تعلیم الایمان

پیغمبر پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

مصنف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

(استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد)

باضافہ جدید

مفتی محمد شعیب مظاہری

(خطیب مسجد وزیرالنساء، احمد نگر، مانصاحب ٹینک، حیدرآباد)

ناشر

عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند

یوپی، انڈیا

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ پیغمبر پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سر پرستی:۔ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

باضافہ جدید:۔ مفتی محمد شعیب مظاہری

سنہ طباعت:۔ ڈسمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۱۴۳۷ھ

تعداد اشاعت:۔ پانچ سو(500)

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی، حیدرآباد۔9963770669

قیمت:۔

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

☆ آفس میٹ اسٹیشنری، روبرو مہدی فنکشن ہال

ہلکڑی کاپل، حیدرآباد۔9391399079

☆ مکتبۂ کلیمیہ، رحمٰن کامپلکس

یوسفین چوراہا، ناملی، حیدرآباد۔9885655501

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ (مشکوٰۃ)

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

پیغمبروں پر ایمان میں شعور کیسے دیں؟

پیغمبروں پر ایمان میں یقین پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے بچے کو رسالت کے بارے میں یہ سوالات سمجھائیں تا کہ وہ شعور کے ساتھ ایمان بالرسالت کا اقرار کر سکے، اس کتاب میں یہ سوالات تعلیم الایمان کے حصہ ''کلمہ طیبہ کو سمجھانے کا طریقہ''، دوسرا حصہ ''محمد رسول اللہ'' میں سے مواد لے کر بچوں کو تھوڑا تھوڑا سمجھانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ایمان بالرسالت اللہ تعالیٰ کی صفتِ 'اَلْھَادِیُ' کا اقرار ہے

سوال:۔ رسول، نبی اور پیغمبر کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ رسول یا پیغمبر ''قاصد، ایلچی، سفیر'' کو کہتے ہیں، یعنی پیغام لے جانے والے اور پیغام پہنچانے والے کے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ یا تو ملائکہ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خاص کام پر بھیجے جاتے ہیں یا ان انسانوں کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ منتخب کر کے انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لئے بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ بتلائیں اور اللہ کا صحیح تعارف کروائیں اور اللہ کی عبدیت و بندگی کی دعوت و تربیت کریں۔

نبی کے معنی ہیں عالی مقام، دوسرے معنی ہیں اللہ کی طرف سے خبر دینے والا، اللہ کا راستہ بتلانے والا، قرآن مجید میں رسول کا لفظ نبی کی بہ نسبت خاص ہے، رسول کو کتاب اور شریعت دی جاتی ہے، ہر رسول پیغمبر اور نبی بھی ہوتا ہے، لیکن ہر نبی اور پیغمبر رسول نہیں ہوتا، جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے لئے رسول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

کسی بھی نبی اور پیغمبر کو ڈاکیہ یا خطوط رساں کہنا نبی، رسول اور پیغمبر کی توہین ہے، اس لئے کہ ڈاکیہ صرف خط پہنچا کر چلا جاتا ہے، جبکہ نبی اور رسول؛ اللہ کا پیغام نہ صرف پہنچاتے ہیں بلکہ خود عمل کر کے دکھلاتے ہیں اور معلم کا کام بھی کرتے ہیں، وہ نمونۂ تقلید بھی ہوتے ہیں، یعنی انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ۔

سوال:۔ دنیا میں کتنے نبی اور رسول آئے؟

جواب:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت میں امام احمدؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ۳۱۳ یا ۳۱۵ رسول اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے آنے کا تذکرہ کیا ہے، اس تعداد میں اختلاف ہے، صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید اور احادیث میں کیا دنیا میں آنے والے تمام پیغمبروں کا تذکرہ ہے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید اور احادیث میں دنیا میں آنے والے تمام پیغمبروں کا تذکرہ نہیں ہے، صرف ان ہی پیغمبروں کا تذکرہ ہے جو عرب علاقوں میں یا عرب کے اطراف ملکوں میں آئے، زیادہ تر بنی اسرائیل کے پیغمبروں کا تذکرہ ہے، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ بنی اسرائیل میں جو پیغمبر آئے تھے تقریباً سب ہی سے وہ واقف تھے اور عرب کے مشرک جو اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے، قریش کے نام سے جانے جاتے تھے اور دوسرے عرب حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام سے واقف تھے اور اپنے کو ان سے نسبت بھی دیتے تھے اسی وجہ سے کعبۃ اللہ کا احترام کر کے بگڑی صورت میں حج کے ارکان ادا کرتے تھے، اس لئے قرآن نے انہی پیغمبروں کا تذکرہ کیا ہے، دنیا میں آنے والے دیگر پیغمبروں کا تذکرہ نہیں کیا گیا، دوسروں کو وہ جانتے نہیں تھے، جاننے والے پیغمبروں کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تاکہ عربوں اور یہود و نصاریٰ کو قرآن مجید کی دعوت سمجھنے میں آسانی ہو سکے، خاص طور پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور کعبۃ اللہ سے نسبت پر مشرکین عرب کو اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعہ یہود و نصاریٰ کو ہدایت کی طرف بلایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو انہی پیغمبروں کی تعلیمات کا نچوڑ بتلایا گیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی دعاء اور اولاد بتلایا گیا۔

سوال:۔ کیا دنیا میں آنے والے تمام پیغمبر انسان ہی تھے؟

جواب:۔ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر اللہ تعالی نے بھیجا وہ سب انسان ہی تھے، اس لئے کہ دنیا میں انسان ہی بستے ہیں انسانوں اور جنوں کی ضروریات زندگی بالکل ملتی جلتی ایک جیسی ہیں، اگر انسان کو پیغمبر بنا کر نہ بھیجا جاتا اور فرشتوں یا کسی دوسری مخلوق کو پیغمبر بنایا

جاتا تو وہ انسان کی ضرورتوں اور حاجتوں سے واقف نہیں ہوتا تھا اور نہ وہ انسانوں کے سامنے انسانی زندگی پر عمل کر کے مظاہرہ کرسکتا تھا، مثلاً فرشتوں کو نکاح کی ضرورت نہیں، اولاد کی ضرورت نہیں، تجارت اور نوکری کی ضرورت نہیں، بول و براز کی ضرورت نہیں، لباس کی ضرورت نہیں، ان میں خیر ہی خیر ہے، وہ شر کو اختیار نہیں کر سکتے، وہ گندگی سے پاک ہیں، وہ حکومت واقتدار کا اختیار نہیں رکھتے، وہ رشتہ داریاں نہیں رکھتے، وہ شراب، زنا، جوا، چوری، جھوٹ سے پاک ہیں وغیرہ وغیرہ، انسان شر اور خیر کا مجموعہ ہے، انسانی پیغمبر ہی یہ تمام حالات اور ضرورتوں کو سمجھ سکتا اور انسانوں کی رہبری کرسکتا ہے، انسانوں میں رہ کر زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی عبدیت و بندگی کے طریقے وحئ الٰہی کی روشنی میں عمل کر کے بتلا سکتا ہے، مصیبت، پریشانی، خوشحالی میں اللہ کی صبر وشکر والی زندگی سکھا سکتا ہے، اچھے برے حالات میں اعتدال والی زندگی کی رہبری کرسکتا ہے، حرام سے بچ کر حلال کی تعلیم دے سکتا ہے، نفسانی خواہشات کے خلاف چل کر تقویٰ والی تعلیم دے سکتا ہے، اس لئے انسانوں میں انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، اللہ چاہتا تو فرشتوں سے بھی یہ کام لے سکتا تھا؛ مگر انسان یہ کہتے کہ فرشتے تو انسانی ضرورتوں سے پاک ہیں، ان کو گناہوں سے بچنا آسان تھا، ہم وحی پر عمل نہیں کر سکتے۔

سوال:۔ **تمام انبیاء پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟**

جواب:۔ تمام انبیاء اللہ تعالی کی طرف سے منتخب کر کے قوموں میں بھیجے گئے تھے، اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کا انتظام انہی کے ذریعہ کیا تھا، ان سب نے ایک ہی دین اسلام کی دعوت دی اور وہ سب ایک ہی دین لے کر آئے تھے، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی تصدیق وتائید کرتے ہیں، اس لئے دین اسلام یعنی حق دنیا کے جس حصہ میں اور جس وقت آیا ہے اس کی امت مسلمہ کو تائید کرنا اور سچا ماننا تھا اور انہوں نے مانا، تمام انبیاء پر اسی لئے ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ سب سچے اور اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے، سب ایک ہی تسبیح کے دانے اور موتی تھے اور ایک ہی نہر اور ایک

ہی درخت کی شاخیں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے کسی نبی اور رسول میں تفرقہ نہیں کرتے اور نہ کسی نبی کا انکار کرتے ہیں، وہ ہر نبی کو اجمالی طور پر سچا مانتے ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کی عزت و تعظیم ان کے دلوں میں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ان لوگوں کو نہیں ملتی جو کسی نبی کو مانے اور کسی کو نہ مانے، کسی کو سچا کہے اور کسی کو جھوٹا، کہیں کسی کی توہین اور بے عزتی کریں، مسلمان کسی سے تعصب، جلن اور حسد نہیں رکھتے، سب کی عزت کرتے اور سب سے محبت رکھتے ہیں، اس لئے کہ دنیا میں جہاں بھی اللہ کے بندے حق لے کر آئے مسلمان ان کے برحق ہونے کی شہادت دیتے ہیں، البتہ اتباع واطاعت اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے، ایک کو پیغمبر ماننا اور ایک کو نہیں ماننا جبکہ وہ اللہ ہی کی طرف سے ہیں، انصاف نہیں جہالت ہے، حق کا انکار ہے، اللہ کے ساتھ بغاوت ہے۔

سوال:۔ مشرک اللہ کی تعریف کرے تو ہم اس کی تائید کریں یا نہ کریں؟

جواب:۔ اگر کوئی مشرک اکیلے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی بیان کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ذکر کرے یا آخرت کی صحیح صحیح باتیں جو قرآن مجید اور احادیث میں بیان کی گئی ہیں بیان کرے یا تذکرہ کرے تو ہم اس کی تائید کریں گے، اس کو جھٹلائیں گے نہیں، اس لئے کہ اگر ہم جھٹلائیں گے تو قرآن مجید کی تعلیمات کا انکار ہو جائے گا اور ہم حق بات کو کیسے جھٹلا سکتے ہیں، جو سچ ہے اگر ہم ایمان والے ہیں تو وہ سننا پڑے گا، وہ سچ چاہے کسی کی زبان سے سنیں ماننا پڑے گا اور اس کی تائید کرنا پڑے گا۔

سوال:۔ پیغمبر اور عام انسانوں میں کیا یکسانیت اور کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب:۔ پیغمبر عام انسانوں کی طرح جسم اور اعضاء والا انسان ہی ہوتا ہے، وہ عام انسانوں کی طرح اہل وعیال اور خاندان والا ہوتا ہے، عام انسانوں ہی کی طرح بھوک پیاس، نیند اور اونگھ جیسی حاجات بھی رکھتا ہے، عام انسانوں کی طرح تجارت اور ہنر اختیار کرتا ہے، بیمار بھی ہوتا ہے۔

عام انسانوں پر وحی الٰہی (نبوت ورسالت والی وحی نہیں آتی) پیغمبر کو وہ علم دیا جاتا ہے جو عام انسانوں کو نہیں دیا جاتا، پیغمبر پر نبوت و رسالت ملنے کے بعد فرشتوں کے ذریعہ یا سچے خواب اور اشارے اور الہام کے ذریعہ وحی الٰہی آتی ہے، پیغمبر فرشتوں کو دیکھ سکتا اور ان سے بات کرسکتا ہے، عام آدمی فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ بات کرسکتا ہے، پیغمبر کو اللہ تعالیٰ عالم بالا کے حالات بتلاتا ہے، پیغمبر ہی انسانوں کو وحی ملنے کے بعد صحیح راستے کی ہدایت کرسکتا ہے، اللہ تعالی جس کو پیغمبر بنانا چاہتا ہے اس کی ابتداء ہی سے حفاظت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی اور حفاظت میں ہوتا ہے، عام انسانوں کی طرح پیغمبر کو بھی اللہ، کتاب، آخرت، تقدیر اور فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے، پیغمبر کو تمام انسانوں کے لئے وحی الٰہی پر عمل کر کے نمونہ اور مثال بننا پڑتا ہے، پیغمبر عام انسانوں کی طرح گناہ نہیں کرتا، ان سے بھول ہوسکتی ہے۔

☆ وہ عام انسانوں کی طرح چلتا پھرتا ہے، سواری سے سفر کرتا، بازار جاتا، بھوک پیاس محسوس کرتا ہے اور عام انسانوں کی طرح لوگوں کی ظلم وزیادتی کو برداشت کرتا ہے، عام انسانوں کی طرح لوگوں کی مار پیٹ کو برداشت کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو عام انسانوں کی طرح قتل بھی کیا جاتا ہے، اللہ کی طرف دعوت دینے میں لوگ اُسے مارتے پیٹتے ہیں اور گالیاں دیتے اور شہر سے نکال بھی دیتے ہیں، شہر میں داخل ہونے نہیں دیتے، دیوانہ، پاگل، مجنوں اور شاعر کے القاب سے پکارتے ہیں، اس کو جھٹلاتے اور اس کا انکار کرتے ہیں، جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ ان کی تربیت کرتا ہے، وہ ان کا استاد اور معلم ہوتا ہے، لوگ وحی کو پیغمبر ہی کے ذریعہ سمجھتے اور پیغمبر ہی کی نقل میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، وہ کسی حکومت، کسی فوج اور کسی انسانی طاقت سے نہیں ڈرتا، اس کے ساتھ اللہ کی مدد اور حفاظت ہوتی ہے، وہ انسانوں سے کوئی مالی فائدہ اور دنیا کا عہدہ واقتدار نہیں مانگتا اور نہ دنیادار کی طرح اپنی دُکان کھولتا ہے اور نہ ہی لوگوں سے نذرانے لیتا ہے۔

وہ اپنے تمام ساتھیوں سے محبت اور بھائی چارگی کے ساتھ رہتا اور انسانوں میں

مساوات انسانی کا مظاہرہ کرتا ہے، غریبوں کو اپنے قریب رکھتا، ان کو پوری عزت واحترام دیتا، وہ کسی سے ذاتی دشمنی پر بدلہ نہیں لیتا، ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے، اپنے اوپر نفس کو غالب ہونے نہیں دیتا، کوئی بات نفس کے تقاضے کے تحت نہیں کرتا، نفسانی خواہشات سے دور رہتا ہے، وہ کلام الٰہی کے علاوہ جو ہدایت دیتا ہے وہ بھی وحی کی روشنی میں دیتا ہے، اپنا مال لوگوں پر خرچ کرتا ہے؛ مگر لوگوں سے مال وصول نہیں کرتا، غریبوں، مسکینوں اور بیکسوں کا سہارا بنتا ہے، وہ ظلم اور باطل کے خلاف لڑ کر ان کا خاتمہ کرتا اور ظلم کو مٹاتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ پیغمبری ظاہر ہونے سے پہلے بھی ہر قسم کی بری عادتوں سے محفوظ رکھتا ہے، وہ سچا اور امانت دار ہوتا ہے، وہ اکیلا اور بے سہارا، بے یارومددگار ہو کر بھی ظالم اور جابر بادشاہوں، سرداروں اور دولتمندوں کے سامنے نڈر ہو کر حق پیش کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا پیغمبروں میں کچھ اللہ جیسی طاقت بھی ہوتی ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے سواء کسی مخلوق میں رتی برابر اللہ جیسی طاقت وقدرت نہیں ہوتی، سارے کے سارے پیغمبر اللہ کے مجبور ومحتاج تھے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے اور بیوی کو ہدایت نہیں دے سکے اور نہ اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔

☆ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور سمندر کی تہہ سے اللہ کو پکارا تو اللہ کی مدد سے وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے۔

☆ حضرت ابراہیم اور زکریا علیہما السلام آخری عمر تک اولاد سے محروم رہے، آخری عمر میں اللہ سے دعاء مانگنے پر ان کو اولاد ملی۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے گم ہوجانے پر اللہ سے دعائیں کرتے رہے اور روتے رہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا، اللہ نے مدد فرمائی۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے یہودیوں سے بچا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا۔

☆ حضرت الیاس علیہ السلام کو درخت میں چھپنے پر آرے سے کاٹ دیا گیا، بنی اسرائیل نے کئی پیغمبروں کو قتل کرڈالا۔

☆ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا گیا، پھر کئی سال تک جیل میں قید کردیا گیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے چلے جانا پڑا، آپؐ کے صاحبزادوں کا انتقال ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں بچاسکے، جنگ احد میں آپ کو زخمی کردیا گیا، مکی زندگی میں آپؐ پر کافی ظلم کیا گیا، شعب ابی طالب میں تین سال تک نظر بند کردیا گیا، طائف کے سفر میں آپ کو زخمی کیا گیا۔

سوال:۔ کیا کسی پیغمبر کو غیب کا علم ہوتا ہے؟

جواب:۔ کسی پیغمبر کو غیب کا علم نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ جتنا علمِ غیب پیغمبروں کو عطا فرماتا ہے وہ اتنا ہی جانتے ہیں، اس سے آگے نہیں جانتے، چنانچہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لئے پیغمبروں کو آخرت کا علم عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے وہ برزخ، قیامت، میدان حشر، جنت، دوزخ اور فرشتوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کئے، غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، پیغمبروں کو غیب کا علم جاننے والا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی عائشہؓ پر جو تہمت لگائی گئی وہ نہ جان سکے، سورۂ کہف میں جو تین سوالات پوچھے گئے وہ وحی کے بغیر نہیں بتلاسکے، نبی بننے سے ایک دن پہلے بھی نہیں معلوم تھا کہ آپؐ نبی بننے والے ہیں، آپؐ پر یہودیوں نے جادو کیا اور وحی کے بغیر معلوم نہ ہوسکا، یہودی عورت نے کھانے میں زہر ملایا وہ بھی وحی کے ذریعہ معلوم ہوا، غرض جتنی غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تھا اتنا ہی جانتے تھے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پیغمبر کو کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسانوں کے لئے امتحان کی جگہ بنایا اور حق کو ماننے نہ ماننے کی آزادی دی، یہاں اللہ تعالیٰ کسی کو ان کی سر کی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اور نہ فرشتے نظر آتے ہیں اور نہ عالم برزخ، میدان حشر، جنت دوزخ دکھائی دیتے ہیں، ایسی

صورت میں اللہ تعالیٰ بندوں کی صحیح رہبری ورہنمائی کے لئے اپنی ہدایت واحکام وحی کے ذریعہ دنیا میں نازل کرتا تھا اور وہ وحی کسی خاص انسان پر نازل کرتا تھا، اس لئے انسانوں میں سے خاص انسان کا انتخاب کر کے ان پر اپنی وحی نازل کرتا تھا، پیغمبر اللہ سے وحی حاصل کر کے انسانوں کو اللہ کا صحیح تعارف اور پہچان کرواتے اور اللہ کے احکام اور عبادات واطاعت کے طریقوں کی تعلیم دیتے تھے، خود بھی وحی پر عمل کر کے وحی کی عملی مثال اور نمونہ بنتے تھے، اس لئے انسانوں کو پیغمبر کی سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ وہ اللہ کو بغیر دیکھے پہچان کر صحیح علم کے ساتھ اللہ کی عبدیت و بندگی سیکھیں اور اطاعت کریں، دوسری مخلوقات کی طرح انسان کو فطری ہدایت دے کر پیدا کرتا تو امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، اسی لئے اللہ نے انسانوں کی تربیت ورہبری کے لئے امتحان گاہ میں اپنی حکمت سے پیغمبر کا نظام رکھا۔

شیطان جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس نے اللہ سے اجازت لے رکھی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو ناشکرا اور نافرمان بتلائے گا، اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو اجازت دے کر دنیا میں بھیجا ہے اور شیطان کو زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کو بھٹکانے کی آزادی دے رکھی اور شیطان آدم کی پوری اولاد کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے، تو ایسی صورت میں یہ بھی ضروری تھا کہ انسانوں کو سیدھا اور صحیح راستہ بتلانے اور گمراہی سے بچانے والے رہبر اور رہنما کو بھی رکھا جائے، ورنہ یکطرفہ طور پر شیطان اپنا کام کرتا ہی رہتا اور سارے انسان اس کی جال میں پھنس جاتے، اس لئے شیطان کی گمراہی سے بچانے اور صحیح راستے کی ہدایت ورہنمائی کرنے اور انسانوں کو جہنم کی طرف جانے سے بچانے کے لئے پیغمبر کا ہونا ضروری تھا، گویا شیطان کے مقابلہ میں پیغمبر کی دعوت ضد ہے، شیطان برائی اور گناہ کی دعوت دیتا ہے اور پیغمبر نیکی اور کامیابی کی دعوت دیتا ہے۔

انسان عہدِ اَلَسْت میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے آیا ہے، اب انسان کو دنیا کی اس زندگی میں خالص اللہ ہی کو رب مان کر زندگی گذارنا ہے، اللہ پیغمبر کے ذریعہ انسانوں کے بھولے ہوئے اقرار اور سبق کو یاد دلانے اور انسانی زندگی کے بگاڑ کو دور کرنے اور عہدِ

اَلَسْــتُ کا وعدہ یاد دلا کر حجت پوری کرتا ہے تا کہ کوئی قیامت کے دن یہ نہ کہے کہ ہمیں کسی نے اللہ کی طرف دعوت ہی نہیں دی ہم کو غلط راستہ سے روک کر سیدھا راستہ نہیں بتلایا۔

سوال:۔ **کیا پیغمبر کی رہبری کے بغیر انسان کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا ؟**

جواب:۔ ہاں پیغمبر کی رہبری کے بغیر انسان کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا، اللہ نے جس طرح اس کی جسمانی زندگی کے لئے بے شمار انتظامات کئے اسی طرح روحانی زندگی کی بقاء اور حفاظت کا انتظام بھی پیغمبر کے ذریعہ کیا ہے، اگر انسان کو پیغمبر اور وحی کے ذریعہ رہبری نہ ملے تو انسان اپنی آزادی اور اختیار کا غلط استعمال کرسکتا ہے، اتنا ہی نہیں وہ اپنی بنیادی ضرورتیں تک پوری نہیں کرسکتا، پیغمبر کی رہبری نہ ملے تو وہ شیطان کے حوالے ہو جاتا ہے، انسان کی یہ مجبوری ہے کہ وہ کوئی بھی علم بغیر معلم کے صرف کتاب پڑھ کر حاصل نہیں کرسکتا، ہر علم معلم کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، بغیر معلم کے صرف کتاب سے علم حاصل کرنا چاہے تو گمراہ ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی، اس کی تشریح اور صحیح سمجھ حاصل کرنے اور اس وحی پر عمل کرنے کے لئے پیغمبر کو معلم، استاد اور عملی نمونہ بنایا اور پیغمبر کی رہبری میں اس وحی کو سمجھایا۔

☆ سب سے پہلے انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ اللہ کے ساتھ شرک اور کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی عقل وفہم سے خیالی خداؤں کا تصور قائم کر لیتا ہے، اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے خداؤں کو اللہ کے ساتھ شریک کر کے ان کی عبادت کرتا ہے، اپنی ساری محبت، ساری توجہ اور تعلق اللہ کے مقابلہ ان خیالی خداؤں سے قائم کر لیتا ہے، اپنے جیسے مجبور ومحتاج انسانوں کو اللہ کے مقام پر بیٹھا کر ان کو اللہ جیسا سمجھتا ہے، درختوں، پہاڑوں، جانوروں، ستاروں، سورج، چاند اور دولت وغیرہ کی پرستش کرتا ہے، اللہ سے بڑھ کر مخلوقات سے ڈرتا اور ان سے محبت رکھتا ہے۔

☆ انسان کو دنیا میں آنے کے بعد دنیا کی زندگی کا مقصد اور دنیا کی حقیقت معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ دنیا میں رہ کر آخرت والی زندگی نہیں بنا سکتا، آخرت سے واقف نہ

ہو کر دنیا ہی کا دیوانہ بنا رہتا ہے، اپنی ساری کوششیں و محبت دنیا حاصل کرنے اور دنیا بنانے میں خرچ کر دیتا ہے، آخرت سے غفلت کی وجہ سے دنیا بداعمالیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔

☆ انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون معلوم ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ اس کی زندگی اور جانوروں اور پاگلوں کی زندگی میں فرق باقی نہیں رہتا، ایسے انسانوں کی زندگی جنگل کی آبادی سے کچھ کم نہیں ہوتی، وہ اپنے جیسے ناقص عقل رکھنے والے انسانوں کے ضابطے اور قانون پر زندگی گذارتا اور دنیا میں فساد پھیلاتا ہے۔

☆ یہاں تک کہ اس کو پیشاب پاخانہ کرنے کے طریقے معلوم نہیں ہوتے، وہ پاکی حاصل کئے بغیر جانوروں کی طرح جسموں اور کپڑوں کو گندگی لگائے پھرتا رہتا، ختنہ کئے بغیر پیشاب کے قطرے چمڑی میں جمائے رکھتا اور بیماریوں کا شکار ہو جاتا، جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر بول و براز کرتا، ایک ہی سانس میں پورا پانی پی جاتا، چلتے پھرتے کھانا کھاتا۔

☆ پیغمبر سے رہبری نہ لینے کی وجہ سے حرام و حلال غذاؤں میں فرق نہیں رکھتا، وہ اپنی زبان کی لذت کی خاطر کونسی چیز کھانے اور پینے کی ہے نہیں جانتا، مردار جانور، چوہا، بلی، سانپ، مینڈک، کتا، بندر اور مرے ہوئے انسان کا ماس کھا جاتا، باوجود سوّر کا گوشت اس کے جسم کے لئے نقصان دہ ہونے کے اُسے بھی کھاتا ہے، شراب، گانجہ اور افیم جسم کو نقصان ہونے کا احساس رکھ کر پیتا ہے، جانوروں کو ذبح کئے بغیر تکلیف دے کر مارتا اور ان کے گوشت کی صفائی کئے بغیر کھالیتا ہے، جانوروں سے کھیل تماشے کر کے اذیت دے کر ان کو مارتا ہے، غرض غذاؤں میں پاک و ناپاک اور جائز و ناجائز کا احساس ہی نہیں رکھتا۔

☆ پیغمبر سے رہبری حاصل نہ کرنے سے کپڑے پہننے اور جسم کو چھپانے کے آداب سے ہی واقف نہ ہوتا، لباس پہن کر بھی ننگا رہتا، انسان کی فطرت ہے کہ وہ جسم کے قابل شرم حصوں کو کسی کے سامنے کھولنا پسند نہیں کرتا، مگر فیشن کے لباس کے شوق میں بے حیائی و بے شرمی اختیار کر کے جسم کے اُبھار دِکھاتا پھرتا ہے اور برائے نام جسم پر لباس استعمال کرتا ہے، عورتیں سخت سردی میں بھی فیشن کی خاطر نیم برہنہ رہتی ہیں، غرور و تکبر اور دِکھاوے کے لئے

باریک لباس استعمال کرتی ہیں، بے حیائی و بے شرمی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بول و براز کے لئے جنگلوں اور میدانوں میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے سامنے ننگے بیٹھتے ہیں، مرد عورتوں کا اور عورتیں مردوں کا لباس اور ایک دوسرے کا حلیہ اختیار کرنے کو فیشن سمجھتے ہیں، مرد عورتوں جیسے لباس اور زیور استعمال کرتے ہیں، اور عورتیں مرد جیسے بال و فیشن اختیار کرتی ہیں۔

☆ پیغمبر کی رہبری حاصل نہ کرنے کی وجہ سے نفسانی ضرورت جانوروں کی طرح ناجائز طریقوں سے پوری کرتے، اپنی عورتوں کو پردہ نہیں کرواتے، میدانوں، دفتروں، دواخانوں، بازاروں اور دعوتوں میں مرد اور عورتیں جانوروں کی طرح مل جل کر پھرتے، جس طرح ایک نر چار مادہ یا چار نر ایک مادہ کے ساتھ پھرتے اور بیٹھے رہتے ہیں، ہوٹلوں، کلبوں اور نائٹ باروں میں زنا کاری اور جسم فروشی کرتے، غیر فطری طریقوں سے لذت حاصل کرنے کے لئے مرد مرد کے ساتھ، عورت عورت کے ساتھ شادی کر لیتے، حیض و نفاس کے دنوں میں حرام راستوں میں صحبت کرتے، نائٹ کلبوں میں کئی کئی مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے نیم برہنہ ہو کر شراب کا نشہ لیتے ہوئے ناچتے اور ایک دوسرے سے لذت اٹھاتے، لڑکیاں شادی سے پہلے حاملہ ہو جاتیں، میاں بیوی علاحدہ علاحدہ باقاعدہ گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ رکھنے کو اعلیٰ کلچر سمجھتے، دواخانوں، کمپنیوں، ہوائی جہازوں اور دُکانوں پر عورتوں کو خدمت کے لئے رکھا جاتا ہے، عورتوں کو پردے میں رکھنا جاہلیت، دقیانوسیت اور غیر مہذب سمجھا جاتا ہے، پورے معاشرہ میں زنا عام ہوتا ہے۔

☆ پیغمبر سے رہبری نہ لینے سے کمانے اور خرچ کرنے میں حلال و حرام کی تمیز ہی نہیں رکھتے، شراب کا کاروبار، زنا کے اڈّے، جوے خانے، ریس کلب، رشوت سے مال کمانا، شادی بیاہ کے نام پر لوگوں کے گھر لوٹنا، سودی کاروبار، جھوٹ، دھوکہ دہی یا جھوٹے مقدمات سے ناجائز مال حاصل کرنا، وراثت کا مال کھا جانا، گھروں مکانوں اور دُکانوں پر ناجائز قبضہ کر لینا یا دادا گیری سے لوگوں سے معمول وصول کرنا، یہ سب کچھ ہوتا ہے، پھر جو مال کمایا جاتا ہے اس سے فضول خرچی و اسراف کیا جاتا ہے، سود کے ذریعہ غریبوں کا خون چوسا جاتا ہے۔

☆ کن کن رشتوں اور کس کس سے نکاح کرنا ہے اور کن سے نکاح حرام ہے جانتے ہی نہیں، اکثر لوگ ماموں، چچا، بھانجی، بھتیجی، خالہ اور سگی بہنوں بھائیوں اور سالیوں سے نکاح کر لیتے یا ناجائز تعلقات قائم کر لیتے، عورتوں کو بار بار طلاق دے کر بغیر شرعی رجوع کئے ہی ساتھ رہتے ہیں، غیر ایمان والوں کو پسند کر کے شادی اور کورٹ میاریج کرتے۔

☆ پیغمبر سے رہبری نہ لینے کی وجہ سے دُکان اور مکان میں لمبی مدت تک کرایہ سے رہنے کے بعد مکان خالی کرنے کے لئے ہزاروں روپئے لے کر خالی کرتے ہیں۔

☆ اوقات کو نائٹ کلبوں اور باروں میں سماج کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو ننگا نچا کر آنکھوں سے مزہ لیتے اور ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر فحش فلموں اور گانوں سے کانوں اور آنکھوں کو مزہ دیتے، شراب پی کر زبان کو مزہ دیتے ہیں۔

☆ آپسی جلن وحسد میں مبتلا ہو کر دوسرے کی ترقی کو برداشت نہیں کر سکتے، اپنے اور غیر کی تمیز کر کے تعصب کا شکار رہتے، پڑوسیوں کو ستاتے اور تکلیف دیتے، انسانوں کو آپس میں لڑاتے، شہر اور بستیوں میں فساد برپا کرتے، معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کو مارتے، جھگڑتے، یہاں تک کہ قتل بھی کر دیتے ہیں، گفتگو میں گالی گلوج کو تکیہ کلام بناتے ہیں، گالی کے بغیر بات نہیں کرتے، امانت ہڑپ کر جاتے اور جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قانونی طور پر محکمات کے ذریعہ احکام دے دیئے، ان کی تمام تر تشریح پیغمبرؐ کے ارشادات واحادیث میں رکھی، ورنہ صرف قرآن ہوتا تو اُسے پڑھنا اور سمجھنا، احکام کی تفصیل معلوم کرنا مشکل ہو جاتا اور وہ کئی جلدوں میں ہو جاتا، قرآن کے احکام کی تفصیل حدیثوں میں بیان کی گئی، اب پیغمبر کے دنیا میں نہ رہنے کے باوجود انسان حدیثوں سے قرآن مجید کی پوری تفصیل معلوم کر لیتا ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے طریقے، غسل، وضو، تیمّم وطہارت کے طریقے، سود، شراب، زنا اور دیگر حدود کی تفصیلات، انسانوں کے حقوق، زندگی کے مختلف شعبوں کے آداب وغیرہ ان سب کی تفصیل حدیثوں میں آسانی سے ملتی ہے، پچھلی آسمانی کتاب والے ان تفصیلات سے

محروم ہیں، اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر کی زندگی اور ارشادات محفوظ نہیں ہیں۔

سوال:۔ تمام پیغمبر کس قسم کی دعوت دیتے تھے؟

جواب:۔ تمام پیغمبروں نے صرف اللہ واحد کی عبادت واطاعت کی دعوت دی، یعنی زندگی کے تمام شعبوں میں پوری طرح اللہ کی اطاعت وغلامی کی دعوت دی، وہ انسانوں کو صرف عقائد سکھا کر شرک سے بچنے اور بتوں کی پرستش سے دور رہنے کی اور نہ صرف نماز پڑھنے، روزے رکھنے یا حج وزکوٰۃ ادا کرنے ہی کی حد تک تعلیم نہیں دی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل اللہ کی عبدیت و بندگی کی تاکید کرتے اور تعلیم دیتے تھے اور زمین پر اللہ کے احکام وقانون نافذ کر کے زندگی گذارنا سکھاتے تھے۔

ان کی دعوت کا حاصل یہ تھا کہ ایک انسان جس طرح حالتِ نماز میں مسجد کے اندر اللہ کے احکام کا پابند ہوتا ہے اسی طرح وہ نماز کے بعد اور مسجد سے باہر زندگی کے تمام کاروبار میں غلامی کرے، نماز کے بعد مسجد سے باہر نفس کا غلام نہ رہے، نہ انسانوں کی غلامی کرے، وہ عبادت کے ساتھ ساتھ تجارت اور نوکری کے ذریعہ حکومت واقتدار اور کرسی کے ذریعہ، مال کمانے اور خرچ کرنے، شادی بیاہ کے ذریعہ، دوستی ودشمنی کے ذریعہ، لوگوں کے حقوق ادا کرنے وغیرہ وغیرہ میں اللہ کو بڑا مان کر اس کے حکموں پر چلتا رہے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس نے صرف عبادت کی حد تک اللہ کی غلامی کی اور باقی زندگی میں اللہ کے ساتھ بغاوت ہوگی، گویا وہ کچھ دیر کے لئے اللہ کو مان رہا ہے اور باقی وقت وہ مخلوق کی اطاعت میں زندگی گذار رہا ہے، پیغمبر انسانوں کو پوری زندگی اور زندگی کا ہر قدم اللہ کی غلامی میں گذارنے کی تعلیم دیتے تھے، **يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ**، اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرو، اس کے سواء تمہارا کوئی معبود نہیں۔

سوال:۔ کیا دنیا میں انبیاء علیہم السلام الگ الگ دین لیکر آئے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے شروع سے انسانوں کے لئے ایک ہی دین جس کا نام ’’اسلام‘‘ یعنی اللہ کی اطاعت و بندگی ہے مقرر کیا، اس لئے کہ دین کی اصل بنیاد اللہ کی

عبادت وبندگی ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی علاقہ میں آئے اسلام ہی کہلائے گا اور ابتداء سے انسانوں کے لئے یہی دین رہا، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی زمانہ اور کسی علاقہ میں کوئی دین (مذہب) مقرر کیا گیا ہو اور دوسرے علاقوں میں کوئی دوسرا مذہب (دین) مقرر کیا گیا ہو، بلکہ جب بھی اور جس قوم میں بھی دین آیا تو یہی ایک دین آیا اور تمام انبیاء یہی ایک دین لے کر آئے، اس لئے کہ سچائی اور حق صرف ایک ہی تھا، ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے لئے سچائی الگ الگ نہیں تھی، ہر زمانہ میں انسان شیطان کی گمراہی کی وجہ سے پیغمبروں کے چلے جانے کے بعد ان کی تعلیمات میں انسانی خیالات کو ملا کر حق کی شکل بگاڑ دیتے جس سے دین اسلام کی اصلی صورت خراب ہوتی گئی، اللہ تعالیٰ اس بگاڑ کو دور کرنے انسان کو اپنے بھولے ہوئے دین اسلام کی طرف بلانے اور بھولا ہوا سبق یاد دلانے کیلئے بار بار پیغمبروں کو دنیا میں بھیجتا گیا۔

☆ ہر پیغمبر آ کر انسانوں کو وہی دین اسلام کی دعوت دیتے رہے، وہ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ہر ایک اپنے اپنے نام سے دین اور الگ الگ مذہب کی بنیاد ڈالیں، الگ الگ امت بنائیں؛ بلکہ راہِ حق سمجھا کر اصل دین اسلام پر جمع کریں اور ایک امت بنائیں، ہر ایک کی دعوت یہی تھی یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ <u>اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ ہی کی عبادت وبندگی کرو، اس کے سواء تمہارا کوئی معبود نہیں۔</u>

☆ قرآن نے بھی بار بار یہ بیان کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے، وہ وہی دین پیش کر رہے ہیں اور وہی دعوت دے رہے ہیں جو پچھلے انبیاء نے دی ہے، قرآن نے نہ پچھلے کسی نبی اور نہ پچھلی کسی آسمانی کتاب کی تردید کی اور نہ جھٹلایا ہے، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق وتائید کی اور بتلایا کہ تمام آسمانی کتابوں کی وہی سچی وسیدھی اور اہم تعلیم اور مغز اب قرآن مجید دے رہا ہے۔

سوال:۔ پیغمبر کو دیوانہ، مجنون، پاگل، شاعر یا جادوگر کہنے کی وجہ کیا تھی؟

جواب:۔ نبوت سے پہلے رسول اللہ ﷺ مکی زندگی میں ایک امانت دار اور دیانت دار انسان کی حیثیت سے پہچانے جاتے، ایک بہترین ایماندار تاجر کی حیثیت سے جانے

جاتے تھے، سکون میں تھے، تجارت عروج پر تھی، لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، نبوت کے ظاہر ہوتے ہی آپؐ نے اعلان کیا کہ آسمان سے میرے پاس وحی الٰہی آتی ہے اور میں پیغمبر بنایا گیا ہوں تو مکہ کا ہر آدمی سوچنے لگا کہ یہ سکون وعزت میں تھے، اپنا وقت اپنی دولت اور محنت کھپا کر نبوت کا اعلان کر کے مصیبت مول لئے، لوگوں کی اصلاح اور خیر خواہی میں بیوی کی پوری دولت لٹا دی، مفلس اور بے سہارا ہو گئے۔

☆ کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتہ آتا ہے اور وحی لیکر آتا ہے۔

☆ وحی الٰہی آسمان سے نازل ہوتی ہے۔

☆ اس کائنات کا الٰہ صرف اکیلا اللہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

☆ دیوی دیوتا اور بت سب کے سب غلط اور گمراہی وشرک ہے۔

☆ یہ کلام میرا کلام نہیں اللہ کا کلام ہے، اللہ نے مجھ پر کتاب نازل کی ہے۔

☆ میں معراج کے ذریعہ جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کر کے آیا ہوں۔

☆ شروع سے آخر تک تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں امتحان کے لئے پیدا کیا ہے، دنیا دار العمل ہے اور آخرت بدلہ کی جگہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ دنیا کو ایک دن ختم کر دے گا اور کائنات کی ہر چیز فناء ہو جائے گی، قیامت برپا ہو گی، پہاڑ تنکوں کی طرح اُڑیں گے، سورج، چاند اور ستارے جھڑ جائیں گے۔

☆ شروع سے آخر تک تمام انسانوں کو دوبارہ جسم واعضاء کے ساتھ زندہ کیا جائے گا اور ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب لیا جائے گا۔

☆ کامیاب انسان جنت کی نعمتوں میں ہوگا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔

☆ ناکام انسان کو دوزخ کی آگ میں سزائیں بھگتنا پڑے گا، آگ میں جلنے کے باوجود انسان کو موت کبھی نہیں آئے گی۔

☆ یہ سب باتیں سن کر وہ رسول اللہ ﷺ کو پاگل، دیوانہ، مجنون اور قرآن کی آیات سن کر آپؐ کو شاعر کہتے، اور کہتے کہ اچھی خاصی پُرسکون، عزت دار زندگی کو برباد کر کے

مصیبت مول لے لی ہے، نہ حکومت چاہتے ہیں نہ دولت، نہ خوبصورت عورت چاہتے ہیں نہ بادشاہت، صرف انسانوں کی مرنے کے بعد والی زندگی کو کامیاب بنانے کی محنت کر رہے ہیں، بھلا کوئی انسان مرنے کے ہزاروں سال بعد مٹی میں مل جانے کے بعد اعضاء و جسم کے ساتھ دوبار زندہ ہوسکتا ہے یا زندہ کیا جا سکتا ہے؟ کیسے انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کیا جاسکتا ہے؟

☆ کہتے ہیں کہ یہ کتاب ''قرآن مجید'' خدا کی طرف سے نازل ہو رہی ہے، آسمانوں سے منٹوں میں فرشتہ ان کے پاس آتا ہے، پھر ہمارے ستانے اور انکار کرنے کے بعد کوئی فرشتہ کوڑا لے کر کیوں نہیں آتا؟ اللہ کے پیغمبر کو مارنے اور انکار کرنے کے بعد کیوں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا؟ یہ صرف ان کا بہکاوا اور پاگل پن ہے، مجنونانہ اور خیالی باتیں ہیں، دیوانہ پن کی باتیں ہیں، خواہ مخواہ بیوی کی ساری دولت کو لٹا چکے ہیں، غریبوں، غلاموں، نوکروں کو جمع کر کے ان کو اپنا دیوانہ بنا لئے ہیں، ہوشیار لوگ مکاری، فریب کر کے اپنی دُکان چمکاتے، لوگوں سے پیسہ بٹورتے ہیں، نذرانے وصول کرتے، جائیداد بناتے اور مقام و مرتبہ پا کر اپنی سرداری قائم کرتے ہیں، یہ اس کے بالکل برعکس کام کر رہے ہیں۔

☆ جادوگر اس لئے کہتے کہ جو ایک مرتبہ آپ کی گفتگو سنتا وہ دعوت قبول کر لیتا، اس کے چہرے کا رنگ ہی بدل جاتا، وہ اسلام کی دشمنی اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کے بجائے تائید کرتا اور مسلمان ہو جاتا اور آپ پر جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا اور آپؐ سے اپنی جان و مال سے زیادہ محبت کرتا، آپؐ کی اتباع و اطاعت کے لئے دوڑتا، اس طرح جادوگر ہی کسی کو اپنا گرویدہ اور دیوانہ بنا سکتا ہے اور اپنے بس میں کر لیتا ہے۔

سوال:۔ ہر زمانہ میں دولتمند لوگ پیغمبروں کو غریب، نادار، کمزور دیکھ کر کیوں انکار کرتے اور کیا کہتے؟

جواب:۔ ہر زمانہ میں دولتمند، اقتدار والے، عہدہ و کرسی والے اور قوم کے سردار پیغمبروں کو غریب و نادار، بے سہارا اور کمزور، معمولی کاروبار کر کے زندگی گذارنے والوں

کو دیکھ کر ان کو پیغمبر ماننے سے انکار کرتے تھے، یہ ان کی کم عقلی اور جہالت و نادانی تھی، وہ غریب پیغمبروں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اللہ کو اگر انسانوں میں کسی کو پیغمبر بنانا ہی تھا تو تم ہی ملے تھے؟ کوئی مالدار، دولتمند، طاقتور قوم کا سردار، عہدہ، کرسی یا اقتدار والا نہیں ملا، لوگوں پر اثر ورسوخ اور رُعب و دبدبہ رکھنے والا نہیں ملا تھا؟ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے نوکر، غلام، خدمت گذار، معاشرہ کے کمزور لوگ جو ہم سے عقل وفہم میں کم، بے شعور، ناسمجھ، نادان، سوچے سمجھے بغیر پیغمبر پر ایمان لا کر ساتھ دے رہے ہیں، حالانکہ ہم قوم کے سردار، دانشور، طاقت واقتدار والے، دولتمند اور خوشحال ہیں، پوری قوم ہم کو عقلمند مانتی، ہمارے حکموں پر دوڑتی، ہمارا ادب واحترام کرتی اور ہم اثر ورسوخ اور رعب ودبدبہ رکھتے ہیں۔

وہ دیکھتے تھے کہ ایک پیغمبر جو روزی کمانے کے لئے درزی کا کام کرتا ہے یا بڑھئی اور لوہاری کا پیشہ کرتا ہے یا لوگوں کی بکریاں چَرا کر گذارا کرتا ہے یا یتیم اور بے سہارا، روزگار کی خاطر دوسرے لوگوں کے مال لے جا کر تجارت کرتے ہوئے کچھ منافع حاصل کرتا ہو، جس کا اپنے معاشرہ پر کوئی رعب ودبدبہ اور اثر ورسوخ نہیں، جس کے پاس نہ دولت ہے نہ اقتدار اور نہ وہ کسی قوم کا سردار ہے، ہم اس پر ظلم کرتے ہیں، مار پیٹ کرتے ہیں تو کوئی اس کو بچانے والا نہیں، مجبور اور محتاج ہے، ہماری تربیت کرنے کے لئے اُٹھا ہے، ہمیں گمراہ کہتا ہے اور مرنے کے بعد جہنم کی آگ میں جلائے جانے کا ذکر کرتا ہے۔

غرض یہ تمام دولتمند لوگ شرک، کفر، زنا، شراب، ناچ گانے اور جوے میں مبتلا رہ کر اپنی بددماغی، غلط سوچ، جہالت ونادانی، گمراہی، غرور وتکبر کی وجہ سے اس طرح بکواس کرتے ہوئے پیغمبر کا مذاق اُڑاتے، آوارہ لڑکوں سے پٹائی کرواتے، مارتے تکالیف دیتے اور قوم کے دوسرے لوگوں کو بھی پیغمبر پر ایمان لانے سے روکتے، منع کرتے اور انہیں بھی سزائیں دیتے، کہتے تھے کہ کیا اللہ کو ہماری رہبری اور تربیت کے لئے ایسا کمزور اور بے سہارا، ہم سے چھوٹا، ادنیٰ اور حقیر انسان ہی ملا تھا؟ کیا اللہ کو ہم جیسے طاقتور اور حیثیت والے لوگ نظر نہیں آئے؟

سوال:۔ پیغمبر کے ساتھ غریب لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر دولتمند کیا کہتے تھے؟

جواب:۔ پیغمبر کے بہت زیادہ اصرار اور بار بار دعوت دینے پر دولتمند اور سردار لوگ کہتے کہ تمہارے ساتھ غریب، نوکر اور غلام مجلس میں بیٹھے رہتے ہیں، ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے، ہمارا یہ مقام نہیں ہے، ہم سے بات کرنا ہو تو ہمارے ساتھ ان غلاموں اور نوکروں کو مت بیٹھاؤ، الگ رکھو، ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا ہماری توہین اور بے عزتی ہے، وہ لوگ ایک غریب معمولی کاروبار کرنے والے پیغمبر کے سامنے بیٹھنے، تربیت حاصل کرنے، اس کا ادب واحترام کرنے اور اس کی تعظیم کرنے اور غریب و مفلس پیغمبر کی غلامی واطاعت کرنے، اس کے حکموں پر دوڑنے کو اپنی بہت بڑی بے عزتی سمجھتے تھے، ان کا نفس اس کو برداشت کرنا نہیں چاہتا تھا۔

سوال:۔ دولتمندوں کے اس طرح طعنہ دینے پر اللہ نے کیا جواب دیا؟

جواب:۔ سورۃ الانعام، آیت ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے''۔

اللہ نے اس قسم کے بکواس کرنے والوں کو دنیا کے انسانوں اور کائنات کی مخلوقات پر غور وفکر کر کے عقل استعمال کرنے کی تعلیم دی اور اپنی ہدایات کے مطابق سمجھایا کہ مخلوقات کی قسمتیں بنانا تو صرف اکیلے اللہ ہی کی قدرت میں ہے، دنیا کی زندگی اور گذر بسر کے تمام ذرائع تو اللہ ہی انسانوں میں تقسیم کرتا ہے، نبوت پر تم کیا اعتراض کرتے ہو؟ وہ تو بہت اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کی بات ہے، وہ کسی انسان کو اس کی ذاتی محنتوں اور کوششوں سے نہیں ملتی۔

☆ انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے دنیا کا نظام چلانے کے لئے کسی کو مرد بنایا اور کسی کو عورت، کسی کو جانور اور کسی کو درخت اور پودے، کسی کو معذور کسی کو اندھا اور کسی کو گونگا بنایا، کسی کو امیر اور کسی کو غریب بنایا، کسی کو کالا اور کسی کو گورا، کسی کو تعلیم یافتہ اور کسی کو ان پڑھ بنایا، کسی کو غلام اور کسی کو آقا بنایا، کسی کے بس میں نہیں کہ وہ جو چاہے خود بن جائے، اگر وہ

تمہیں بھی امیر کی جگہ غریب، فقیر بنا دیتا اور سردار کی جگہ غلام اور خادم بنا دیتا یا عقلمند اور ہوشمند کی جگہ پاگل، بیوقوف بنا دیتا تو کسی میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر اعتراض کرے، کسی میں جسارت نہیں کہ وہ جس حالت میں پیدا کیا گیا ہے اس پر نکتہ چینی اور اعتراض کرے، دنیا میں ادنیٰ اور معمولی عقل رکھنے والا بھی اللہ کے فیصلوں پر زبان نہیں کھولتا اور اپنے اپنے مقام و حالت میں راضی ہو کر زندگی گذار رہا ہے، ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت بھی دی تھی اور پیغمبری سے نوازا تھا، وہ باوجود اقتدار و کرسی، علم و فہم اور قوت و طاقت رکھنے کے، لوگوں میں بلند مقام و مرتبہ رکھنے کے، ہمارے انتہائی مطیع و فرمانبردار بندے تھے، بادشاہت کے باوجود وہ ہمارے فرمانبردار غلام بنے رہتے تھے اور ہماری ہی عبدیت و بندگی میں زندگی گذارے، تم ادنیٰ پیسے والے، چھوٹے چھوٹے قبیلے کے سردار پھر تمہاری سرداری اور دولت کب لُٹ جائے اس کی تم کو کوئی خبر نہیں، زبردستی اپنے آپ کو عقلمند اور دانشور سمجھ کر طاقت و اقتدار کے نشہ اور گھمنڈ اور غرور میں ہمارے پیغمبر کو بظاہر غریب اور بے سہارا جان کر اعتراض کر رہے ہو؟ اور پیغمبر کا انکار کر رہے ہو، جبکہ تم پوری طرح ہمارے مجبور و محتاج ہو، اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس سے کیا کام لینا اور کون کس کام کا اہل اور کون نا اہل ہے۔

پھر یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اللہ اپنی حکمت و مصلحت سے سارے کمالات و خوبیاں ایک ہی کو نہیں دیتا، کسی کو دولت دیتا ہے تو اَن پڑھ رکھتا ہے، کسی کو تعلیم دیتا ہے تو دولت نہیں دیتا، کسی کو حسن دیتا ہے تو دولت نہیں دیتا اور کسی کو دولت دیتا ہے تو حسن نہیں دیتا، کسی کو اولاد سے محروم رکھتا ہے، کسی کو عقل و فہم عمدہ دیتا ہے، کسی کو صحت و تندرستی دیتا ہے اور کسی کو ہمیشہ بیمار رکھتا ہے، کسی کو پاگل بھی رکھتا ہے، اللہ کی حکمت تو اللہ ہی جانتا ہے، کوئی انسان جن یا فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق اللہ کے ان فیصلوں میں دخل نہیں دے سکتے اور نہ اپنی تقدیر خود بنا سکتے ہیں، اللہ جس کو جس حال میں پیدا کرتا ہے اور کام لیتا ہے اس تقدیر پر نہ کوئی سوال کر سکتے ہیں اور نہ اعتراض کر سکتے ہیں، اگر کوئی اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر سوال

کرے اور اعتراض کرے تو وہ عقلمند نہیں بیوقوف، جاہل اور نادان ہے۔

سوال:۔ اللہ نے پیغمبر کو غریب، کمزور و نادار رکھ کر کونسی حکمتیں ظاہر کیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے اور وہ قوی اور حاکم ہے، اس کے سامنے کسی بھی مخلوق کی کوئی حیثیت نہیں، طاقت، قوت، اسباب اور سہارے رکھ کر کام لینا دنیا کے مجبور محتاج انسانی بادشاہوں کا کام ہے، اس نے فرعون اور اس کی فوج کو پانی میں ڈوبا کر، عاد وثمود کو ہواؤں میں اُڑا کر، ابرہہ کو ابابیل کے ذریعہ ختم کردیا، پیغمبر کو دولت، سرداری، حکومت واقتدار، طاقت وقوت عطا کر کے پیغمبری کا کام لینا اس کے نزدیک کمال نہیں، اس نے دنیا میں انسان کو آزادی ومہلت دی ہے، اس لئے وہ زبردستی طاقت وقوت اور ڈنڈے کے زور پر اقتدار اور کرسی کے رعب اور اثر سے انسانوں کو ایمان قبول کروانا نہیں چاہتا، اس کی ساری حکمتیں اور مصلحتیں ہم جان نہیں سکتے، باوجودیکہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر و غالب ہے، ہر چیز اس کی قدرت میں ہے، پیغمبروں کو غریب، نادار اور کمزور رکھ کر اپنی قدرت کا اظہار کر رہا ہے، اور ایسے غریب اور طاقت سے محروم پیغمبروں کو مشرک اور کافروں کے معاشرہ میں اکیلا حق کی دعوت دینے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے، چنانچہ ہر زمانہ میں ایسے ہی پیغمبروں کو انسانوں میں بھیج کر اپنی صفات قادر، حاکم اور قوی ہونے کو ظاہر کیا، اپنے غریب نادار، بے سہارا، یتیم، کمزور، اقتدار و طاقت سے محروم، معمولی پیشہ کرنے والے، درزی، لوہار، بڑھئی، چرواہا، دوسروں کے مال سے تجارت کر کے اپنا گذر بسر کرنے والے انسانوں کو پیغمبر بنا کر پورے معاشرہ میں تن تنہاء کھڑا کر کے کام لیتا ہے، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے سہارا بنا کر دشمن فرعون کے گھر میں پرورش کروا کر، اس کو موت کا خواب دِکھا کر پالا اور ان کے بھائی کے ساتھ ظالم فرعون کے دربار میں کھڑا کر کے دعوتِ حق دلوایا، اس نے بغیر باپ کے پیدا ہونے والے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے سہارا رکھ کر کام لیا، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوری بت پرست قوم کے مقابل کھڑا کر کے کام لیا، اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو جنہوں نے کشتی بنا کر بڑھئی کا کام

کیا؛ اکیلے کھڑا کر کے کام لیا، اور آخر میں بے سہارا کمزور، بغیر اقتدار والے یتیم پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں اور مشرکین کے گڑھ مکہ میں ۳۶۰ بت کے پجاریوں کے سامنے اکیلے کھڑا کر کے کام لیا اور غلبہ دلایا۔ سبحان اللہ!

سوال:۔ پیغمبر کو تکلیف دینے پر اللہ تعالیٰ فوراً عذاب وسزا کیوں نہیں دیتا؟

جواب:۔ اس نے چونکہ انسانوں کو خوشی، پسند اور چاہت سے ایمان قبول کرنے کی آزادی دے رکھی ہے، اس لئے وہ اپنے غریب پیغمبروں کو انسانوں سے تکلیفیں، مصیبتیں، ظلم وزیادتی، بھوک پیاس، مار پیٹ، لوٹنے پیٹنے، جھٹلانے اور جان کے دشمن بن جانے، قتل کرنے یا شہر بدر کرنے، سب کچھ جاننے کے باوجود پیغمبروں کو عاجزی، انکساری، ہمدردی اور محبت کے ساتھ انسانوں کا دل جیتتے ہوئے ساری تکالیف برداشت کرتے ہوئے ایمان کی دعوت دینے کی محنت کروانا چاہتا ہے؛ تاکہ انسان پوری آزادی واختیار، رضامندی وسمجھ بوجھ اور پسند وچاہت کے ساتھ حق سمجھ کر ایمان قبول کرے اور دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اطاعت کرے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے میں کسی قسم کی زبردستی نہ ہو، اس لئے وہ اپنے پیغمبر کو انسانوں کی طرف سے اذیتیں دئے جانے کے باوجود مہلت دیتا اور فوراً عذاب نازل نہیں کرتا، پیغمبر کے دنیا سے چلے جانے کے بعد پیغمبر کے امتیوں کو دوسری قومیں تکالیف دیتیں، لوٹتیں، فسادات کرتیں، ان کے جان ومال پر قبضہ کرلیتیں تب بھی وہ فوراً عذاب نازل نہیں کرتا، ان ساری تکالیف اور جان ومال کے لوٹ لئے جانے پر صبر کرتے ہوئے حق کی دعوت دینے سے وہ پیغمبر اور اس کے امتیوں کو آخرت میں زبردست درجات دینا چاہتا ہے، وہ بڑا حکیم ودانا ہے، عفوودرگذر کرنے والا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں کی سوچ اور بکواس پر کیا حکم دیا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو یہ تاکید کی کہ وہ اپنی مجلسوں سے غریب، نادار، غلام اور خادموں کو نہ ہٹائیں، ان کو اپنے ساتھ ساتھ رکھیں، غریبوں کی اور دولتمندوں اور

سرداروں کی علاحدہ مجلسیں نہ بنائیں، ان سے کہیں کہ اگر وہ حق جاننا چاہتے ہیں اور آخرت والی کامیاب زندگی سیکھنا چاہتے ہوں اور دین اسلام کی حقیقت سمجھنا چاہتے ہوں تو غریب صحابہؓ جو اللہ و رسولؐ سے حقیقی محبت رکھتے اور دین و اسلام کو اختیار کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں انہیں کے ساتھ بیٹھنا ہوگا۔

بکریاں چرانے والے یا درزی یا لوہار یا تجارت کر کے زندگی گذارنے والے غریب پیغمبر پر ایمان لانا ہوگا اور اپنے نفس کے خلاف گھمنڈ اور غرور اور سرداری کی اکڑ اور اقتدار کا نشہ اتار کر غریب پیغمبر کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے، ادب واحترام اور تعظیم کے ساتھ بیٹھنا ہوگا، اپنی خودغرضی، احساس برتری کو نکال کر غریب اور مفلس لوگوں کے ساتھ ہی مجالس میں بیٹھ کر دین سیکھنا ہوگا، غریب و نادار لوگوں کو مساواتِ انسانی اور برابری کا درجہ دینا ہوگا، ان سے ہمدردی و محبت کرنی ہوگی، ان کی طرح پیغمبر کے حکموں پر دوڑنا ہوگا، غریبوں سے علاحدہ رہ کر اللہ کی عبدیت و بندگی نہیں سیکھ سکتے، پیغمبر جس طرح غریب و نادار لوگوں کے ساتھ رہتے، ان کی مدد کے لئے دوڑتے، ان کو اپنے قریب رکھتے ہیں ویسے ہی تم کو بھی کرنا ہوگا، جب تم غریب پیغمبر کی اطاعت اپنے نفس کے خلاف اللہ کے لئے کروگے تو زندگی کے دوسرے تمام کام اللہ کے لئے کرنے والے بن سکتے ہو اور انسانیت کا درد تمہارے اندر پیدا ہوگا اور انسانوں سے محبت کرنا سیکھوگے۔

سوال:۔ پیغمبر دولتمند صاحبِ اقتدار ہو تو کیا حالات ہوسکتے تھے؟

جواب:۔ ☆ اگر اللہ تعالیٰ پیغمبر کو دولت مند، اقتدار والا، سردار طاقت وقوت والا بنا کر کام لیتا تو ہر کوئی اس کے رعب اور دبدبہ سے اس کے تابع وفرمانبردار ہوتا، اس سے مرعوب ہوتا، سب اس کے ڈر خوف سے چاروناچار مجبوراً زبردستی طاقت وقوت کے آگے جھک جاتے اور ایمان قبول کر لیتے تھے۔

☆ ایسے ہی لوگ خوشی خوشی اس کی چاپلوسی اور خوش کرنے ایمان قبول کرتے اور دولت مند پیغمبر کے ساتھ مجلس میں بیٹھنے اور اس کی اطاعت کرنے اور اس کے حکموں کو پورا کرنے

میں اپنی بے عزتی نہیں سمجھتے تھے ان کو اپنے رتبے اور برابری والے انسان کے سامنے بیٹھنے کا احساس رہتا تھا، ایسے ہی لوگ صاحب اقتدار پیغمبر پر ایمان لا کر اپنی بے عزتی نہیں سمجھتے الٹا ایمان لا کر پیغمبر پر احسان کا تصور رکھتے کہ ہم مدد اور تائید کرنے والے ہیں۔

☆ ایسے ہی لوگوں کو پیغمبر کی محفل میں اپنی حیثیت سے مقام و مرتبہ ملنے کا احساس رہتا اور غریبوں کے مقابلے وہ احساس برتری میں رہے کر غریبوں سے علاحدہ دور اپنی گروپ بندی اور مسند سجاتے اور غریبوں کے ساتھ مساوات انسانی، برابری، اخوت و بھائی چارگی محبت، ہمدردی نہیں کرتے تھے، ان کو حقیر، ادنیٰ اور معمولی ہی سمجھتے تھے۔

☆ غریب لوگ دولت مند پیغمبر کے پاس آنے سے گھبراتے احساس کمتری کا شکار ہی رہتے، ان کو پیغمبر کی مجلس میں آزادئ رائے، اور پیغمبر کے قریب رہنے کا موقع ہی نہیں ملتا ہمیشہ رئیس لوگ ہی پیغمبر کو گھیرے رہتے۔

☆ پھر پیغمبر صاحب اقتدار اور سردار قوم ہو تو کسی میں انکار کرنے جھٹلانے اور مخالفت کرنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوتی، نہ کوئی جھٹلاتا اور نہ مار پیٹ کرتا، نہ ظلم و زیادتی کرتا اور نہ تکلیف پہنچاتا، سب اس کو خوش رکھنے کیلئے اس کی جھوٹی تعریف اور بڑائی کرتے رہتے۔

☆ دولت مند صاحب اقتدار پیغمبر اپنی قوت و طاقت اور رعب و دبدبہ پر بغیر کسی رُکاوٹ کے دعوت دے سکتا تھا اس کو انسانوں کو دعوت دینا بہت ہی آسان ہوتا وہ غریب اور کمزور پیغمبر کی طرح مختلف حالات و پریشانیوں سے نہیں گذرتا تھا جو ایک غریب پیغمبر کو گذرنا پڑتا ہے اس کو زیادہ محنت و مشقت کرنی نہیں پڑتی تھی۔

سوال:۔ اللہ نے پیغمبر کو غریب رکھ کر ایمان والوں کو کیا سبق دیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اور اس کے ساتھیوں کو مفلس رکھ کر دنیا کی زندگی کے لحاظ سے اسباب اختیار کرتے ہوئے، بھوک پیاس اور پریشانیاں برداشت کرتے ہوئے ہر قسم کی رُکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے، دعوت ایمان پہنچانے کا طریقہ قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھایا، اس لئے کہ اگر پیغمبر دولتمند اور صاحب اقتدار ہوتا تو بعد کے مسلمان ہر

زمانہ میں دولتمند اور صاحب اقتدار نہیں ہوسکتے تھے، بعد کے غریب اور کمزور لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے پاس طاقت واقتدار نہیں ہم کیسے دعوت پہنچائیں؟ اللہ نے پیغمبر کو غریب رکھ کر قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ تربیت فرمائی کہ وہ غریب ونادار رہ کر کس طرح دعوت ایمان اور دعوت حق دیتے رہیں اور اس دعوت دینے پر جو حالات آئیں ان پر پیغمبر کی طرح صبر کرتے ہوئے ایمان پر جمے رہیں، یہ تربیت مسلمانوں کو دولت مند پیغمبر کے ذریعہ نہیں مل سکتی تھی۔

☆ دولت مندوں کو یہ سبق ہے کہ ہر زمانے میں دین کی دعوت وتعلیم دینے والے چاہے تمہاری نظر میں کتنے ہی چھوٹے اور غریب ہوں ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے اپنی انا کو ختم کردو اور ان کی سرپرستی میں رہ کر آخرت کی تیاری کرو اپنا اقتدار کرسی دولت سرداری سب کو بیکار سمجھو، اس کی کوئی حقیقت نہ جانو، غریبوں کے ساتھ بیٹھنے سے تم میں خودغرضی، غرور، اکڑ، انانیت دور ہوگی اور مساواتِ انسانی، ہمدردی، محبت، بھائی چارگی، انسانی تکالیف کا احساس، عاجزی وانکساری پیدا ہوکر انسان بن سکتے ہو، غریبوں کی طرح سادگی، تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرسکتے ہو۔

سوال:۔ ہر زمانہ کے دولت مندوں کی عقلوں کو کیسے درست کیا جائے؟

جواب:۔ سورۃ الزخرف میں اس طرح فرمایا: ’’تمہارے رب کی رحمت اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو (دولت) تم سمیٹ رہے ہو‘‘، ہر زمانہ میں دولت مند لوگوں کی غریب انسان کے پیغمبر بننے اور پیغمبر کے صحابہؓ مفلس غلام لوگ ہونے پر ان کی بکواس کا یہ احساس دلایا گیا کہ دولت، سرداری، اقتدار وکرسی تو دنیا کی زندگی کی حد تک مختصر وقت کے لئے ملتی ہے جو دنیا ہی میں چھین کر دوسروں کو دی بھی جاسکتی ہے، مگر دنیا کے اقتدار اور دولت کے مقابلے کسی انسان کو دین کی ہدایت، ایمان کی توفیق، تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی، آخرت کی فکر، نبوت ورسالت والا مقام ومرتبہ کسی غریب اور مفلس انسان ہی کو کیوں نہ ملے، تو یہ وہ اعلیٰ اور بلند درجہ کی نعمتیں ہیں جس نعمت اور دولت سے تم لوگ محروم ہو،

تمہارے نزدیک یہ دنیا کی دولت، اقتدار، کرسی اور سرداری بڑی چیز ہے، مگر تم حقیقی رحمت، ہمیشہ کی عزت، مرتبہ ومقام، آرام عیش کی دولت ونعمت کو نہ سمجھ کرنادانی و بیوقوفی کی باتیں کررہے ہو، دنیا کی یہ دولت اللہ تعالیٰ فرمانبرداروں اور نافرمانوں، باغیوں، شرابیوں، جواریوں، زانیوں، سودخوروں، غنڈوں، بدمعاشوں، قاتلوں، چوروں، لُٹیروں، ڈاکوؤں، رشوت خوروں، اچھوں اور بروں سب ہی کو دیتے ہیں، مگر دین کی دولت سب کو نہیں ملتی، خوش نصیبوں ہی کو ملتی ہے، بدنصیب اس سے محروم رہتے ہیں، انسان اپنی محنت سے پیغمبری حاصل نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کی دولت ونعمت کسے دی جائے اور کسے نہ دی جائے، تم کو اس میں زبان ہلانے اور بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال:۔ ہر زمانہ میں بشر کو پیغمبر ماننے سے کیوں انکار کیا گیا؟

جواب:۔ ہر زمانہ میں جاہل اور بیوقوف لوگوں نے بشر کو نبی ماننے سے اس لئے انکار کیا کہ ان کے نزدک یہ تصور تھا کہ اللہ سے تعلق رکھنے والے خاص انسان سے خلافِ فطرت باتیں ہونی چاہئے، وہ کھانے پینے، بیوی بچوں، کپڑے پہننے جیسے ضرورتوں سے آزاد ہو، اس کو دنیا کا ہوش نہ ہونا چاہئے، غیبی طاقت اورغیب کا علم جاننے والا ہو، اگر وہ کہے کہ فلاں آدمی کل مرجائے گا تو وہ مرجائے، فلاں شخص کو بیٹا ہوگا تو بیٹا ہو، فلاں شخص کل ایکسیڈنٹ میں مرے گا تو مرجائے، اللہ سے خاص تعلق رکھنے والے، دنیاداری سے الگ تھلگ، ایک کونے میں گندی حالت میں نیم برہنہ بیٹھے رہنا چاہئے، ان کو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی تھی کہ ایک شخص نبوت کا دعویٰ بھی کررہا ہے اور عام انسانوں کی طرح بازاروں میں جاتا، تجارت کرتا، نکاح کرتا، بیوی بچے رکھتا ہے اور باقاعدہ ان کے ساتھ زندگی گذارتا ہے تو یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کو جب ہم ستاتے، جھٹلاتے، مارتے، ظلم کرتے ہیں تو جب یہ اللہ کا خاص بندہ ہے تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ کوئی فرشتہ کوڑا لے کر ان کی مدد کے لئے کیوں نہیں آتا؟ وہ سمجھتے کہ یہ تو پوری طرح ہم جیسا ہی بشر ہے، بھلا نبی نہیں ہوسکتا، عام طور پر ہر زمانہ میں

ننگا رہنے، سر کے بال بڑے بڑے رکھنے، پیشاب پاخانہ کا ہوش نہ رکھنے اور کچرا کونڈی سے سڑا گلا کھانے والوں، جسم پر میل اور ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو ایسے آدمی کو ہی جاہل لوگ بزرگ اور پہنچا ہوا انسان سمجھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے، ماں کی گود ہی میں بات کی، مُردوں کو زندہ کرکے ان سے بات کی، مٹی کے پرندوں میں پھونک مارتے ہی جان پیدا ہوکر اُڑ جاتے، اندھے اور جذامی پر ہاتھ پھیرنے سے اچھا ہوجانے کے معجزات اور گھروں میں کیا چھپا رکھا ہے، کل کیا کھائے، جیسی باتیں بتانے پر لوگوں نے بشر کے مقام سے آگے بڑھا کر اللہ کا بیٹا بنا دیا اور پھر ان کی عبادت شروع کردی، قرآن نے یہ تعلیم دی کہ وہ اور ان کی ماں بشر تھے، دونوں کھانا کھاتے تھے، گویا غذاؤں کے محتاج تھے، ان میں کوئی خدائی طاقت نہ تھی، کوئی پیغمبر اپنی طاقت سے کوئی ادنیٰ معجزہ بھی پیش نہیں کرسکتا تھا۔

سوال:۔ رسول ﷺ کی نبوت کی سچائی کو سمجھانے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی سمجھانے کے لئے آپؐ کے زمانہ کے حالات کا نقشہ سمجھانا ہوگا۔

پوری دنیا میں انسان عام طور پر بڑے بڑے مدارس، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی میں استادوں سے اور بڑی بڑی کتابوں سے برسوں علم حاصل کرتا ہے اور کافی ریسرچ کے بعد کسی ایک شعبہ میں ماہر بنتا ہے، اس کے باوجود اس کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، غلطیاں کرتا رہتا ہے، کوئی ڈاکٹر بنے تو انجینئر کے علم سے واقف نہیں رہتا، کوئی تاجر بنے تو دفتری کاروبار سے واقف نہیں رہتا، علم حیوانات جاننے والا علم معدنیات سے واقف نہیں رہتا، مگر اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو اُمّی رکھ کر جبرئیلؑ کے ذریعہ ایسا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے آپ ایک امیر، ایک بادشاہ، ایک سردار قوم، ایک شوہر، ایک استاد، ایک تاجر، ایک داعی، ایک مبلغ، ایک رشتہ دار، ایک جج، ایک دولتمند اور ایک غریب وغیرہ سب کے لئے رہبر اور رہنماء بن گئے۔

☆ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان زندگی کے تمام شعبوں کی کامیاب رہبری کر سکتا ہے نہیں وہ صرف اللہ کا سچا رسول ہی کر سکتا ہے۔

☆ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان انسانوں کو اخلاقی وروحانی تمام شعبوں کا علم دے کر ان کو سب سے اچھی عمدہ فطری تہذیب وتمدن اور اعمال صالحہ سکھا سکتا ہے۔

☆ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان ہر زمانہ کے لحاظ سے سیاسی نظام، قانونی نظام، اخلاقی نظام، معاشرتی نظام، معاشی نظام، تمدنی نظام اور زندگی کے آداب وحقوق کی مکمل تعلیم دے سکتا ہے؟ اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ صرف اللہ کا رسول ہی دے سکتا ہے۔

☆ کیا دنیا کے کسی بے پڑھے لکھے انسان کی باتیں حکمت ودانشمندی سے بھری ہو سکتی ہیں؟ اور کیا وہ بڑے بڑے مضامین کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا کر سکتا ہے؟

☆ کیا کوئی اُمّی انسان لوگوں کو ان کی فطرت کے مطابق اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے؟

☆ کیا کسی بے پڑھے لکھے انسان کا علم چودہ سو سالوں سے دنیا کے تمام علوم پر وزنی اور بھاری بن سکتا ہے؟ وہ صرف اللہ کا نازل کردہ رسالت کا علم ہی ہوتا ہے۔

☆ کیا دنیا میں کوئی بھی زبردست علم والا بغیر استاد اور مدرسہ کے علم دینے والا بنا ہے؟ اور اگر وہ علم پیش کرے تو اس کی اصلاح کرنا نہ پڑا ہو ایسا صرف پیغمبر کے اور کوئی نہیں۔

☆ آج چودہ سو سالوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کے پیش کئے گئے علم میں نہ خامی نکلی نہ اضافہ کرنا پڑا اور نہ ہی کوئی چیز نامکمل رہی، بھلا کیا ایک بے پڑھے لکھے انسان کے علم سے دنیا کے بڑے بڑے دانشور اہل علم رہبری حاصل کر سکتے ہیں؟

☆ کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان حکومتی قانون، سیاسی قانون اور دستور دے سکتا ہے؟ اور جس کے دئے گئے قانون کو بنیاد بنا کر دنیا میں دوسرے ممالک قانون تیار کر سکتے ہیں؟

☆ کیا کسی اُمّی اور بے پڑھے لکھے انسان سے دو طرح کا کلام نکل سکتا ہے؟

☆ کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان مختصر وقفہ میں لاکھوں انسانوں کی اصلاح کر سکتا ہے اور جس کی تعلیم سے ہر زمانہ میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کی زندگی سدھر سکتی ہے؟

یہ سب صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب کوئی پیغمبر اللہ کی طرف سے بھیجا جائے، بے شک محمد رسول اللہ ﷺ ہی وہ آخری پیغمبر ہیں جن کے ذریعہ یہ بیان کردہ تمام باتیں پوری ہورہی ہیں، اللہ نے سب سے زیادہ علم محمد رسول اللہ ﷺ کوعطا فرمایا، آپ کو دئے گئے علم کی برابری آج تک نہ کوئی کرسکا ہے اور نہ کرسکے گا، بڑے بڑے علم والے اس علم پر ریسرچ کرکے فائدہ اٹھارہے ہیں اور ہدایت پارہے ہیں اور قیامت تک فائدہ اٹھائیں گے، اس لئے کہ وہ علم اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

ان باتوں کو جاننے کے باوجود اگر کوئی محمد رسول اللہ کو سچا پیغمبر نہ مانے تو یہ اس کی جہالت نادانی اور بربادی ہوگی، یہاں بچوں کے ذہن کا لحاظ رکھتے ہوئے مختصر نکات بیان کردیئے گئے ہیں، تفصیل کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ (کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ) دیکھئے۔

سوال:۔ ایمان بالرسالت کے اقرار کے بعد مسلمانوں کا عقیدہ اور تعلق محمد رسول اللہ ﷺ اور دیگر پیغمبروں سے کیسا ہونا چاہئے؟

جواب:۔ ☆ ایمان کے کامل اور مکمل ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا آخری رسول اور پیغمبر مانا جائے، اللہ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ ہی سے رکھنی ہوگی، اپنی جان، مال اور اہل وعیال اور ماں باپ سے بھی بڑھ کر محبت کرنی ہوگی، پوری مخلوقات میں سب سے افضل آپ کو مانا جائے۔

☆ اللہ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کی جاسکتی، جوایسا کرے گا وہ ایمان والا نہیں، اللہ کے خاطر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ہوگا، یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں سے اللہ سے بڑھ کر محبت کی اور اللہ کی نافرمانی کرکے رسول اللہ کو نہیں مانا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا زبانی دعویٰ کرکے جان بوجھ کر آپ کے مقابلے غیروں کی نقل میں یا نفسانی خواہشات پر چلنا یا آپ کے طریقوں سے یہود و نصاریٰ کے طریقے اچھے سمجھنا ایمان بالرسالت نہیں۔

☆ صرف زبانی محبت کا دعوی کرکے اطاعت نہ کرنا اور آپ کی سنتوں کی جگہ بدعات

کو پسند کرنا دین کو مٹانا اور رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی محبت رکھنا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ میں ہی کامیابی کا تصور رکھنا اور نافرمانی میں بغاوت اور ناکامی کا احساس رکھنا ہوگا، سنتوں کو حقیر سمجھنا ایمان بالرسالت نہیں۔

☆ ایمان کے کامل اور مکمل ہونے کے لئے آپ کو بشر یعنی انسان ماننا لازمی ہے، ورنہ سورہ کہف کی آیت کا انکار ہوجائے گا، بشر نہ ماننا ایمان بالرسالت نہیں۔

☆ تمام نبیوں اور رسولوں پر جن کے نام قرآن وحدیث میں بتلائے گئے اور جن کو ہم نہیں جانتے قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق ان پر اجمالی ایمان رکھنا ہوگا مگر اتباع واطاعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کرنی ہوگی۔

☆ جن کو نبی یا رسول نہیں بتلایا گیا؛ ان کے اچھے عقیدے یا اچھے اعمال پر قیاس کی بنیاد پر اگر ان کو پیغمبر مان لے تو وہ ایمان سے باہر ہوجاتا ہے، کسی کو یہ تک نہ کہنا کہ ہوسکتا ہے وہ نبی تھے یا نبی ہوں گے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرح ہر جگہ دیکھنے والا، سننے والا اور موجود نہ سمجھنا، امتیوں کے درود پڑھنے کو فرشتے آپ ﷺ تک پہنچانے کا تصور رکھنا ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرح لفظ ''یا'' سے نہیں پکارنا، جیسے یا رسول اللہ ؐ!، اپنے شہر و مقام سے درود وسلام بھیجنے کے لئے لفظ علیٰ استعمال کرنا ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں اشعار اور نعت بیان کرنے میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی بے عزتی، بے حرمتی اور کمتری کا اظہار نہ کرنا، رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام اور محبت کی طرح ان کا بھی ادب واحترام اور محبت کرنا ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا نام لیا جائے تو درود شریف پڑھنا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا نام بھی ادب واحترام سے لیتے ہوئے علیہ السلام کہنا ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام دنیا اور قیامت تک کے لئے نبی اور رسول بنایا ہے، آپ ؐ کا دنیا میں نہ ہونے کے باجود آپ ؐ ہی کی رسالت قیامت تک جاری رہے گی،

اللہ نے آپ ؐکی زندگی کے حالات اور ارشادات حدیثوں کی شکل میں محفوظ رکھا ہے، اسی سے قرآنی احکام کو سمجھا جائے گا اور رہبری حاصل کی جائے گی۔

☆ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو رسول اللہ ﷺ پر ویسا ہی ایمان رکھنا ہوگا جیسا آج رکھا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور آخری رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، حضرت عیسیٰؑ رسول اور پیغمبر ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہی کے نبی رہیں گے، ان کو رسول اللہ ﷺ سے پہلے کا نبی ہی مانا جائے گا، وہ آکر محمد رسول اللہ ﷺ کی شہادت دیں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا کلمہ پڑھیں گے۔

سوال:۔ پیغمبر سے محبت کروانے کی حکمت کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسانوں اور جنوں کے لئے امتحان و آزمائش کی جگہ بنایا ہے اور اس امتحان کے لئے ان کو آزادی اور مہلت دی، اسی آزادی اور مہلت کی وجہ سے وہ ان پر زور زبردستی کرنا نہیں چاہتا، ڈنڈے اور طاقت کے ذریعہ زبردستی اپنی اطاعت کروانا نہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی مرضی، پسند اور چاہت سے اس پر ایمان لائے اور اطاعت کرے، اس لئے اس نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ پیغمبر سے اپنی جان و مال سے زیادہ محبت کریں، انسان جب پیغمبر سے ٹوٹ کر محبت کرے گا تو وہ پیغمبر کی اطاعت میں اللہ کی غلامی بھی اپنی پسند اور چاہت سے محبت کے ساتھ کر سکے گا، اللہ کی اطاعت و غلامی کو ظلم و زیادتی اور تکلیف و مصیبت نہیں سمجھے گا۔

دنیا کی انسانی حکومت میں حکومت کے نمائندے زور زبردستی سزاء اور جرمانہ ڈال کر عوام سے حکومت کی اطاعت کرواتے ہیں، عوام کو حکومت کے نمائندوں سے کوئی محبت نہیں ہوتی، وہ مجبوراً سزاء اور جرمانے کے ڈر سے اطاعت کرتے ہیں، حکومت کو بُرا کہتے ہیں اور حکومت کے قانون کو ظلم و زیادتی، تکلیف دہ اور مصیبت سمجھتے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ بندوں کے ساتھ ایسا نہیں ہے، وہ بندوں میں اپنے احسانات و انعامات کے ذریعہ محبت پیدا کرتا ہے اور بندوں میں پیغمبر کے اخلاق و اعمال اور

نرمی ومحبت کے رویہ سے محبت پیدا کرواتا ہے اور بندوں کو پیغمبر سے خوب محبت کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی محبت کے ساتھ مرضی اور پسند کے ساتھ کرے، یہاں تک کہ بندہ اُسی محبت کی وجہ سے جان ومال بھی اللہ کے راستہ میں قربان کردیتا ہے۔

اس محبت میں دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر اپنے ماں باپ، بھائی بہن، شوہر، بیٹا بیٹی، رشتہ داروں کے حسن سلوک اور احسانات میں دب کر ان سے محبت رکھتا ہے، دین پر چلنے میں اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے میں یہ رشتہ دار اس کو اللہ ورسول ؐ کی بغاوت اور نافرمانی میں اعمال کرواسکتے ہیں، ایسی صورت میں انسان کو جس سے محبت زیادہ ہوگی وہ اسی کی اطاعت وغلامی کرتا ہے، اس لئے پیغمبر سے زیادہ محبت ہوگی تو وہ تمام محبتوں پر پیغمبر کی محبت کو غلبہ دے کر دین کی پابندی کرے گا اور اللہ کی اطاعت کے لئے دوڑے گا۔

سوال:۔ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت ہونے کو کیسے جانچا جائے؟

جواب:۔ انسان کو جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے وہ اسی کی غلامی کے لئے دوڑتا ہے، ایسی صورت میں اللہ ورسول سے محبت کو جانچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر انسان دُکان پر تجارت میں ہو تو اللہ ورسول کی محبت زیادہ ہوگی تو وہ نماز کے اوقات میں تجارت روک کر نماز ادا کرکے اللہ کی بندگی کرے گا، اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ اُسے تجارت سے زیادہ اللہ ورسول سے محبت ہے، اگر وہ نماز کے اوقات میں نماز ادا نہ کرے بلکہ دُکان ومکان اور دنیوی معاملات ہی سے چمٹا رہے تو اس کا عمل یہ ظاہر کرے گا کہ اس انسان کو اللہ ورسول سے زیادہ تجارت اور دنیوی معاملات سے محبت ہے۔

اسی طرح ایک انسان بیوی کے ساتھ مکان سے باہر نکلے اور بیوی پردہ اختیار کرنے برقعہ استعمال کرنے سے انکار کرے اور بے پردہ چلے اور شوہر اس کو بے پردہ لے کر مکان سے باہر نکلے تو شوہر اور بیوی کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ ان کو اللہ ورسول سے محبت کم ہے بے پردگی وبے حیائی سے محبت زیادہ ہے، اس کے برعکس اگر شوہر بیوی کو بے پردہ لے کر نکلنے سے انکار کردے اور برقعہ پہننے پر مجبور کرے یا بیوی بے پردہ ہونے سے انکار

کر دے تو ان کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ ان کو بیوی اور شوہر کی فرمانبرداری سے زیادہ اللہ و رسول سے محبت ہے، اسی لئے شوہر بیوی کی محبت پر اللہ و رسول کی محبت کو غلبہ دے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔

اسی طرح شادی بیاہ اور کاروبار میں دھوکہ دینے، شادی میں گھروں سے مال لوٹنے جوڑے کی رقمیں لینے، رشوت لینے اور سود لینے میں مال سے محبت نہ ہو اور اللہ و رسول سے محبت ہو تو انسان حرام مال کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر غلبہ نہیں دے گا اور رسولؐ کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت کرے گا۔

☆ یہی حال لباس پہننے، گفتگو کرنے، مال خرچ کرنے یا کمانے اور تہذیب وتمدن اور کلچر اختیار کرنے کا ہے، انسان کو یہود و نصاریٰ سے محبت زیادہ ہوگی تو وہ یہود و نصاریٰ کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر غلبہ دے گا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جگہ یہود و نصاریٰ کے کلچر کو اختیار کرے گا اور اگر حقیقت میں اللہ و رسول سے محبت زیادہ ہے تو رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر اللہ کی غلامی کرے گا اور اسلامی کلچر کے ساتھ زندگی گذارے گا۔

سوال:۔ اللہ نے دنیا کی ہر چیز میں اثر رکھا ہے، تو کیا ایمان بالرسالت کے اقرار میں بھی اثر ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ نے جس طرح دنیا کی ہر چیز میں اثر رکھا ہے اُسی طرح ایمان بالرسالت کے اقرار میں بھی زبردست اثر رکھا ہے، ایک انسان دنیا میں جب گندی وناپاک چیز شراب پیتا ہے تو اس کی چال ڈھال، گفتگو اور حرکتوں میں فرق آجاتا ہے، وہ شراب کے اثر سے ہوش کھو دیتا ہے، اسی طرح رنگ کی ذراسی مقدار اگر جگ بھر پانی میں ڈالی جائے تو پانی اس رنگ کا اثر قبول کرلیتا ہے، اسی طرح پانی کی گلاس میں تھوڑی سی شکر ڈالی جائے تو پانی شکر کا اثر قبول کرکے میٹھاس ظاہر کرتا ہے، اس کے برعکس اگر پانی میں شکر حل نہ ہو اور گلاس میں پانی سے الگ ہی رہے تو باوجود پانی میں شکر ہونے کے پانی شکر کا اثر ظاہر نہیں کرتا۔

بالکل اسی طرح اگر ایک انسان شعوری طور پر ایمان بالرسالت کا اقرار نہ کرے

اور تقلیدی، قانونی، فقہی اور خاندانی طور پر رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول مانے تو ایمان بالرسالت کے اثرات اس کی زندگی سے ظاہر نہیں ہوتے، یہ ایمان صرف اس کی زبان تک ہی رہتا ہے، دل میں نہیں اترتا، جس کی وجہ سے وہ رسول کے رنگ کو ظاہر نہیں کرسکتا، جس طرح شکر کو پانی میں گھلانے کی محنت کی جاتی ہے تو وہ گھلتی ہے، اسی طرح ایمان بالرسالت کو شعوری اور حقیقی طور پر دل میں اُتارنے کی محنت کرنی ہوگی، تب ہی جسم سے اعمالِ مصطفیٰ ظاہر ہوتے ہیں اور انسان محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے لئے تڑپتا ہے، اگر انسان ایمان بالرسالت کا شعوری طور پر اقرار کرلے تو اس کی کیفیت ہی الگ ہوجاتی ہے، وہ زندگی کے ہر عمل سے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو ظاہر کرتا ہے۔

جب اللہ نے غذاؤں، پھلوں، پانی، آگ، گرمی، سردی، چاند وسورج کی روشنی، دواؤں، جانوروں کی آوازوں، انسانوں کی گفتگو، اخلاق، نرمی، محبت، غصہ اور نیند وغیرہ میں اثر رکھا ہے، تو کلمہ میں اور ایمان بالرسالت میں اثر کیوں نہیں رکھے گا؟!

سوال:۔ انسان ایمان بالرسالت کا اقرار جب شعوری طور پر نہیں کرتا تو اس کا حال کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ ☆ جو انسان ایمان بالرسالت کا اقرار صرف زبان کی حد تک کرتا ہے اُسے دل میں نہیں اُتارتا تو وہ بہت سے اعمال میں قرآن وحدیث کے خلاف چل کر دین کی شکل بگاڑ دیتا ہے، سب سے پہلے ان کا عقیدہ ہی اسلامی عقیدہ نہیں ہوتا، وہ غلط عقائد کے ساتھ اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر ایمان رکھتے ہیں، تجارت، نوکری، اولاد، صحت، شادی سب غیر اللہ سے مانگتے ہیں۔

☆ رسول ﷺ سے زبانی محبت کا دعویٰ کر کے صرف جمعہ کی نماز کا اہتمام کرتے ہیں، ہر روز پانچ وقت کی نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے، ان کے پاس نمازوں کی اہمیت نہیں ہوتی۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے زبانی محبت کا دعویٰ کر کے سنت والے اعمال اختیار کرنے کے بجائے یہود ونصاریٰ کا کلچر پسند کرتے ہیں اور رسول ﷺ کے اعمال سے نہ محبت رکھتے

ہیں؛ بلکہ ان پر چلنے کو دقیانوسی طریقے خیال کرتے ہیں،عزت، بڑائی اور ماڈرن کلچر میں تصور کرتے ہیں، گالی گلوج ان کا تکیہ کلام بنا ہوتا ہے۔

☆ رسول ﷺ سے زبانی محبت کا دعویٰ کرنے والے حرام وحلال کی تمیز نہیں رکھتے، شادی کے نام پر لوگوں کے گھر لوٹتے ہیں اور فضول خرچیاں کرکے اسلام کی شکل بگاڑ دیتے ہیں، رشوت، جھوٹ، دھوکہ دہی، امانت میں خیانت اور بے ایمانی کرکے زندگی گذارتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا زبانی دعویٰ کرنے والے قرآن وحدیث کے ہر حکم کے خلاف اپنے جی کے طریقے یا اپنے پیشواؤں کی ایجاد کردہ بدعات اختیار کرکے اس کو دین سمجھتے ہیں، چنانچہ رمضان اور بقرعید کے مقابلہ ہر مہینہ کی عیدیں مقرر کرلیتے اور عرس، جھنڈا، علم، قوالی، صندل، زیارت، دسواں، چہلم، برسی، قبروں پر منت مانگنا، گیارہویں، بارہویں، محرم، مسجدوں میں پُکارا، جلسے وجلوس، اہل حق کو گمراہ، عمارتوں اور مسجدوں پر فضول روشنی وسجاوٹ، یا محمد، یا علی، یا غوث، یا حسین کے نعرے جیسے تمام کاموں کو ایجاد کرتے ہیں، پیغمبر کو بشر نہیں مانتے،نعتوں میں شرکیہ الفاظ وکلام استعمال کرتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا زبانی دعویٰ کرنے والے قرآن وحدیث کے خلاف نیم برہنہ، بے پردگی، بے حیائی، عورتوں کو مردوں جیسی شکل وصورت اور لباس، سلام کے مقابلہ گڈ مارننگ، گڈ آفٹر نون اور گڈ ایوننگ کہتے ہیں، گھروں کو فیشن نما بنا کر زندگی گذارتے ہیں، ان کو داڑھی اور پردہ رکھنا پسند نہیں ہوتا۔

☆ گھروں میں، قبروں، فلم ایکٹروں، جانوروں، پیروں کی تصویریں لگاتے اور جھنڈوں پر شرکیہ کلمات لکھ کر گھروں پر لگاتے ہیں، کسی درگاہ کو سفر کرکے جانے کو چھوٹا حج سمجھتے ہیں۔

☆ شادی میں آرکیسٹرا، ناچ، گانا بجانا، جاہلانہ رسمیں اور آتش بازی رکھتے ہیں، تجارت میں ہوٹلوں اور دُکانوں کے افتتاح میں ریکارڈنگ رکھتے یا بے حیائی کے مناظر سجاتے ہیں۔

☆ غرض قرآن وحدیث میں جو دین بتلایا گیا اس سے ہٹ کر سماج وسوسائٹی کے طریقوں کو دین بنا کر زندگی گذارتے ہیں، یہ ایمان بالرسالت نہیں، اس طرح زندگی

گذارنے کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا نہیں مانا جائے گا۔

سوال:۔ انسان رسول اللہ ﷺ کی اتباع کب کرسکتا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** ۔(ال عمران:۳۱) اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو؛ پس اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا، اس سے ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع وہی لوگ کریں گے اور کرسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کی محبت میں تڑپتے ہیں، اللہ کی محبت پیدا کرنے کے لئے کائنات میں اللہ کے احسانات و انعامات، اس کے فضل اور رحمتوں کو سمجھنا ہوگا، تب ہی اللہ کی محبت انسانوں میں پیدا ہوگی، اسی محبت کے پیدا کرنے کے لئے اللہ نے قرآن مجید میں بہت سارے مقامات پر آفاق و انفس میں غور و فکر کرنے کی تعلیم دی ہے، جس سے انسان اللہ کی قدرت کو سمجھ سکتا ہے اور اس کا احسان مند بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بار بار اپنے رحمٰن و رحیم ہونے، اپنے توّاب ہونے، اپنی ربوبیت، اپنے ودود اور شکور ہونے، اپنے صبور اور غفور و غفار ہونے کو سمجھا کر انسانوں میں اپنی محبت پیدا کرنا چاہتا ہے، پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں کرتے وہ دراصل اللہ ہی سے محبت نہیں رکھتے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے لئے اللہ کی محبت اصل روح ہے۔

سوال:۔ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے تو محبت رکھتے تھے مگر آپؐ کی اطاعت نہیں کی؟

جواب:۔ محبت ایسی چیز ہے کہ جب وہ کسی سے ہوجاتی ہے تو چھپائے نہیں چھپ سکتی ہے، اس کا اظہار زبان سے کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، اس لئے کہ جو چیز دل سے پسند کی جاتی ہے اس کا اظہار جسم کے اعضاء سے ہونا شروع ہوجاتا ہے، انسان کے جذبات، خیالات اور حرکات و اعمال اس کی نمائندگی کرتے ہیں، جس طرح ہر چیز کا عکس اور سایہ ہوتا ہے اُسی طرح محبت کا عکس اور سایہ اطاعت، غلامی اور اتباع ہے، جو

لوگ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے دور ہوتے ہیں ان کو زبان سے بار بار رسول اللہ ﷺ کی محبت کو بیان کرنا پڑتا ہے، ورنہ حقیقی محبت رکھنے والا اپنے عمل سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔

☆ جو اطاعت محبت کے بغیر کی جاتی ہے وہ اطاعت زبردستی، بے دِلی اور ناپسندیدگی کے ساتھ ہوتی ہے، جھوٹی ہوتی ہے، دنیوی اغراض یا دکھاوے یا نام ونمود کے لئے یا مجبوری میں کی جاتی ہے، جیسے منافقین کا حال تھا، اور جو لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے، پیغمبر کو سچا جاننے کے باوجود اطاعت وغلامی نہیں کرتے اور پیغمبر کی جان بوجھ کرنا فرمانی کرتے ہیں وہ بھی حقیقی محبت نہیں ہے، اس کو محبت نہیں کہتے، یہ محبت اَنا کی خاطر، خاندانی حسب ونسب اور رشتہ داری کی خاطر، نفس کی خاطر، بڑائی وتکبر کی خاطر یا ذات اور حسن کی خاطر ہوتی ہے، مکی زندگی کے دور میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے تھے، کبھی نہ آپ کو ستائے اور نہ مخالفت کی بلکہ دین کو پھیلانے میں مدد بھی کی، آپ ؐ کو امان بھی دی؛ مگر آپ ؐ کی اطاعت وغلامی نہیں کی، جن میں نمایاں مثال آپ ؐ کے چچا ابو طالب اور مطعم بن عدی کی ہے۔

ابو طالب حسب ونسب، اپنی سرداری اور خاندانی روایات کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کی پوری حفاظت کرتے، کبھی دعوت کے کام کی مخالفت نہیں کی، آپ ؐ کو سچا جانتے تھے، شعب ابی طالب میں تین سال تک تکالیف برداشت کی؛ مگر مرتے دم تک بھی اطاعت وغلامی قبول نہیں کی، اسی طرح معطم بن عدی طائف کے سفر سے واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تو خود اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کے ساتھ جنگی لباس پہن کر ننگی تلواروں اور برچھیوں کو ہاتھوں میں لئے رسول اللہ ﷺ کو امان دے کر مکہ میں داخل ہوا اور اپنے ساتھ لایا، آپ ؐ کی حفاظت ومدد کی، مگر اس کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا۔

ان دونوں کی زندگی سے امت مسلمہ کو یہ سبق دیا گیا کہ نجات کے لئے رسول ﷺ سے صرف محبت کافی نہیں، محبت کے ساتھ ساتھ اطاعت وغلامی بھی ضروری ہے، جو لوگ محبت رکھ کر اطاعت وفرمانبرداری نہیں کریں گے اور جو محبت نہ رکھ کر اطاعت وغلامی کریں گے دونوں گھاٹے اور خسارے میں رہیں گے۔

سوال:۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے؟

جواب:۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے، ہر وہ اطاعت وعبادت جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ہٹ کر اللہ کے نام پر کی جائے وہ مردود اور غیر معتبر ہے، رسول اللہ ﷺ کی نسبت کو چھوڑ کر نیکی اور دین کا تصور رکھ کر اللہ کی اطاعت کا تصور کرنا بدعت، جہالت، بے دینی اور گمراہی ہے، اللہ کے پاس مردود اور قابل قبول نہیں۔

☆ ثعلبہ نامی شخص جو صحابیؓ کا درجہ رکھتا تھا، جو غریب تھا، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں دن رات رہتے ہوئے دعاء کروا کر دولت مند ہو گیا، زکوٰۃ کا حکم آنے پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہیں کی، نافرمانی کا رویہ اختیار کر کے نامراد ہو گیا۔

☆ مدینہ کا منافق رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ مان کر آپؐ کے فیصلہ کے برخلاف یہودی کعب بن اشرف سے فیصلہ کروانا چاہتا تھا جو رشوت لے کر رشوت دینے والے کے حق میں فیصلہ کرتا تھا، یہودی اس کے لئے تیار نہ ہوا اور دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے، یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے پر گھر میں جا کر تلوار لائی اور منافق کی گردن اُڑا دی اور کہا کہ یہی فیصلہ رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والوں کا ہے، صحابہؓ نے صلح حدیبیہ میں باوجود خلافِ طبیعت رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر سر جھکا دیا، اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کو اپنی اطاعت کہا ہے، اس لئے دین کے تعلق سے جتنا اور جیسا عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا اور تعلیم دی ہے اس عمل کو ویسا ہی اور اتنا ہی کرنا ہوگا، اذان میں آخری کلمہ محمد رسول اللہ کہنا رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں ہے، عید کے دن روزہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں ہے، فجر کی نماز سنت وفرض چار رکعت کے بجائے چھ رکعت ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں، عرس، قوالی، صندل کرنا، قبروں کو دھونا، چادر چڑھانا، ماتمِ محرم، گیارہویں، کونڈے، سانچق ومہندی کی رسم،

جماعگی، چوتھی، ہر مہینہ فاتحہ، اجتماعی قرآن خوانی وختم قرآن، اجتماعی سلام پڑھنا، کالے کپڑے پہننا، ۱۲/ربیع الاول کو عید منانا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع نہیں ہے؛ بلکہ دین کی صحیح شکل کو بگاڑنا اور مسخ کرنا ہے۔

جس مہینہ میں رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ بچہ آئندہ چل کر پوری دنیا کا پیغمبر بنایا جانے والا ہے، اس لئے آپ ؐ کی پیدائش کی صحیح تاریخ اور دن میں اختلاف ہے، کوئی ۸، کوئی ۱۲، کوئی ۱۰، اور کوئی ۱۷/ربیع الاول لکھتے ہیں، البتہ سب کا اتفاق ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں پیدا ہوئے، ہاں جب آپ ؐ کی وفات ہوئی سب کو ۱۲/ربیع الاول کی تاریخ یاد تھی، اس میں بھی اختلاف ہے، اسی طرح یہ روایت بھی مشہور ہے کہ آپ ؐ جس تاریخ اور مہینہ میں دنیا میں تشریف لائے اسی تاریخ اور مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی، اس لحاظ سے اگر ۱۲/ربیع الاول ہی کو پیدائش اور وفات کا دن مانا جائے یا کوئی بھی دوسرے دن تو یہ خوشی اور غم دونوں کا دن ہوگا، جبکہ اسلام کسی کی پیدائش اور موت کے دن یاد منانے یا اس دن خوشی میں عید منانے یا غم منانے کی اجازت نہیں دیتا، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدائشی دن مقرر کر کے ۲۵/ڈسمبر کو عید اور جشن مناتے اور عیش کرتے ہیں، مگر اسلام نے مسلمانوں کو صرف دو ہی عیدیں منانے کی اجازت دی اور دو ہی عیدیں مقرر کی ہیں، ایک رمضان المبارک کے ختم پر عید الفطر اور دوسری عید الاضحیٰ، جس پر رسول اللہ ﷺ نے خود اور صحابہ کرام ؓ نے بہ اہتمام عمل کیا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعد صحابہ ؓ، تابعین ؒ اور تبع تابعین ؒ نے بھی صرف دو ہی عیدیں منائیں، ۱۲/ربیع الاول کو پیدائش کی خوشی منا کر دین کی اصلی شکل وصورت کو نہیں بگاڑا۔

اب اگر بعد کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں غلو کر کے ۱۲/ربیع الاول کو عید مقرر کر کے باقاعدہ عید کا نام دے کر عید منائیں تو یہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے خلاف ہوگا، دین میں تحریف اور اضافہ ہوگا اور یہ تیسری عید بدعت، گمراہی اور جاہلیت ہوگی، عیسائیوں کی نقل ہوگی، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہوگی اور آپ ؐ کے ساتھ غلو ہوگا، اسلام وہی ہے جتنا

رسول اللہ ﷺ نے سکھایا، اس میں نہ اضافہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کمی کی جاسکتی ہے۔

سوال:۔ کیا پیغمبر کی محبت و تعلق میں غلو سے خالص ایمان باقی رہتا ہے؟

جواب:۔ پیغمبر کے ساتھ محبت اور تعلق میں غلو کرنے سے خالص ایمان باقی نہیں رہتا، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ غلو کر کے ان کو بشر سے آگے بڑھا کر اللہ کا بیٹا بنا دیا اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا پیغمبر نہیں مانا، یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر غلو کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت میں غلو کر کے حضرت عیسیٰؑ کا انکار کیا۔

انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ پیغمبر سے جان و مال سے زیادہ محبت رکھیں مگر وہ محبت بھی اللہ کی محبت کے تحت اور اللہ کے واسطے ہو، اللہ نے نبی ﷺ کو جو مقام دیا ہے وہ مقام دیں، غلو میں بشریت سے آگے نہ بڑھائیں، ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر کو سجدہ گاہ اور طواف کی جگہ نہ بنائیں، نہ ان کی قبر پر دعائیں مانگیں، نہ ان کو مدد کے لئے پکاریں اور نہ ہی اٹھتے بیٹھتے اللہ کی طرح پکاریں، اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو دنیا میں اس لئے نہیں بھیجتا کہ لوگ صرف ان کی ذات سے محبت کریں بلکہ دراصل نبیؐ کے ذریعہ وحی کی اطاعت کروانا مقصود ہوتا ہے، نبی کو مان کر نبی کے طریقہ کے مطابق اللہ کے احکام پر عمل کرنا ہی اصل محبت واطاعت ہے، اگر انسان نبی کو تو مانے اور نبی کی نہ مانے تو یہ ماننا، ماننا نہیں نافرمانی اور انکار ہے، ابوطالب نے یہی کیا، اس طرح ظاہری طور پر نبی کو ماننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا الٹا سزاء کے مستحق ہوجاتے ہیں۔

لوگ علم کی کمی اور جہالت اور غلو کی وجہ سے نبی ﷺ کی محبت میں اللہ کے برابر یا اللہ سے بڑھ کر تعریف کے الفاظ استعمال کرتے ہیں یا پھر الوہیت میں شریک کر دیتے ہیں، ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو قرآن وسنت سے ہٹ کر ہوتی ہیں، قرآن وسنت سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان کرنا گمراہی ہے، اللہ کا رنگ تو صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہی چڑھتا ہے، صرف خالی زبانی محبت سے نہیں چڑھتا، رسول اللہ ﷺ سے جان ومال سے زیادہ محبت اس لئے کرائی جارہی ہے کہ انسان اللہ کی

اطاعت آسانی سے کر سکے، ماں باپ، بھائی بہن، میاں بیوی، بیٹا بیٹی، روپیہ پیسہ، مال و جائیداد، حکومت، وطن اور نفس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے تب ہی انسان ان سب کے مقابلہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے دوڑ سکے گا، اگر رسول سے ان سب چیزوں کے مقابلہ محبت کم ہو تو ان سب چیزوں کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت پر غلبہ پائے گی اور انسان اللہ کی اطاعت نہیں کرے گا بلکہ مخلوق کی اطاعت کرے گا اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مخلوق کی محبت میں جیئے گا۔

سوال:۔ بعض لوگ کلمہ طیبہ کے معنیٰ میں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں کہہ کر غلو میں کہتے ہیں کہ ''محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں''، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں چودہ صدی پہلے تشریف لائے اور ۶۳ ر سال کی زندگی گذار کر دنیا سے وفات پا گئے اور رسول اللہ ﷺ کو مدینہ طیبہ میں مسجد نبویؐ کے پاس حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دفن کیا گیا، اس طرح محمد رسول اللہ ﷺ ذات کے اعتبار سے دنیا میں موجود نہیں ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپؐ کو قیامت تک کے لئے آخری رسول اور پیغمبر بنایا ہے، آپؐ کے انتقال کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی نبوت و رسالت کو قیامت تک کے لئے جاری رکھا ہے، اس لئے آپؐ کے ارشادات اور آپؐ کی زندگی کے حالات اور اعمال کو محفوظ کر دیا؛ تا کہ امت قرآن مجید کی عملی زندگی کو آپؐ کی زندگی کے اعمال اور ارشادات سے سمجھ سکے، آپؐ کے دنیا میں نہ ہونے کے باوجود آج چودہ سو سال سے امت رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور زندگی کے اعمال سے قرآن کو سمجھ رہی ہے اور رہبری حاصل کر رہی ہے، آپؐ کے بعد کوئی نیا پیغمبر آنے والا نہیں ہے، اس لئے ہر مسلمان کلمہ پڑھ کر یہ کہتا ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، یعنی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کو اپنا پیغمبر مانتا ہے، مدینہ جا کر آپؐ کی قبر اطہر کی زیارت کرتا ہے، اگر زندہ ہوتے تو قبر کی زیارت کیوں کرتا؟ البتہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق پیغمبر کو وفات کے بعد جب دفن کر دیا جاتا ہے تو زمین پیغمبروں کے جسموں کو نہیں کھا سکتی، ان کے جسم محفوظ ہوتے

ہیں، اس لئے ایمان بالرسالت کے اقرار میں یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ محمد رسول اللہ ﷺ دنیا سے وفات پا گئے لیکن آپ ﷺ کی نبوت ختم نہیں ہوئی، آپ ﷺ قیامت تک پیغمبر رہیں گے، حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں آنے کے باوجود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کو اللہ کا آخری پیغمبر مانا جائے گا اور خود حضرت عیسیٰؑ بھی یہی کلمہ پڑھیں گے، اس لئے کہ نبوت حضرت عیسیٰؑ کی نہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جاری رہے گی، <u>اس کے برعکس بعض لوگ ایمان بالرسالت میں غلو کر کے رسول اللہ ﷺ کو دنیا کی زندگی میں زندہ جان کر حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جو غلط عقیدہ ہے۔</u>

سوال:۔ رسول ﷺ کے چار سے زیادہ نکاح پر مسلمان کیا عقیدہ رکھیں؟

جواب:۔ بعض غیر مسلموں نے رسول اللہ ﷺ کے چار سے زیادہ شادیاں کرنے پر آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں، ایک ایمان والا علم نہ ہونے پر اپنے رسول ﷺ کے ساتھ غلط خیالات نہ رکھے، آپ ﷺ نے جو نکاح کئے وہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت و حکم سے کئے، پھر دنیا داروں کی طرح دنیا کے عیش و مستی کے لئے نکاح نہیں کئے بلکہ بھرپور جوانی میں ایک ۴۰ سالہ بیوہ بی بی خدیجہؓ سے نکاح کیا اور ان کے ساتھ ۵۰ سال کی عمر تک زندگی گذاری، اگر کوئی نفسانی خواہشات کے لئے نکاح کرتا ہے تو بھرپور جوانی میں کیوں بیوہ سے نکاح کرے گا؟ پھر سوائے بی بی عائشہؓ کے سبھی عورتیں طلاق شدہ یا بیوہ تھیں، دنیا کی دوسری قوموں میں ان کے ماننے والے اپنی عورتوں کو محفوظ رکھنے اپنے مذہبی پیشواؤں کے پاس ان کے بال اور ان کی شکلیں بگاڑ کر رکھتے تھے، مگر پھر بھی ان کی عصمتیں محفوظ نہیں رہتی تھیں، وہاں مذہبی پیشوا ان کے ساتھ خیانت کرتے تھے، وہ عورتیں اپنے مخصوص مسائل جب ان سے دریافت کرتیں تو ان میں اور پیشواؤں میں شرم و حیاء ختم ہو جاتی تھی، دوسرے مذاہب میں آج تک عورتوں کی تربیت کا کوئی طریقہ کار ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ نے چار سے زیادہ نکاح کر کے امت کی عورتوں کو اپنے مخصوص مسائل اپنی بیویوں کے ذریعہ جاننے اور سمجھنے کا انتظام کیا، پھر جن عورتوں سے نکاح ہوا ان کے ذریعہ دین کا بہت سارا

علم بھی محفوظ کیا گیا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے حالات محفوظ ہوئے اور وہ عورتیں یا تو سردارِ قوم کی بیٹیاں یا بیویاں تھیں، ان کو عام لوگوں کے ساتھ نکاح کر دیا جاتا تو وہ زندگی گذارنے میں سخت مشکل محسوس کرتی تھیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کے مرتبہ کے لحاظ سے اپنے نکاح میں لیا، اس سے ان کو اسلام میں آنے کے بعد بھی وہی مقام ومرتبہ اور عزت ملی جو پہلے تھی بلکہ اس سے زیادہ مقام ومرتبہ ملا، ان سے نکاح کرنے میں ان کے قبیلوں کے لوگ رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری قائم ہوجانے کی وجہ سے اسلام قبول کئے، ان کے لوگ مسلمانوں کے پاس آنے جانے، رشتہ داریاں قائم ہونے سے اسلامی تہذیب وتمدن کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اسلام کی تبلیغ میں آسانی ہوگئی، دشمنیاں ختم ہوگئیں، لوگ ایمان قبول کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ کوئی دنیوی عیش وعشرت اور خواہش نفسانی کی لذت کے لئے زیادہ نکاح نہیں کئے، بہت ساری حکمتوں کے پیش نظر چار سے زیادہ نکاح کئے، ایک ایمان والا ایمان بالرسالت کا اقرار کرنے اپنے پیغمبر کے تعلق سے پاکیزہ خیال رکھے، غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے؛ ورنہ ایمان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

سوال:۔ اگر کوئی حضرت محمد ﷺ کے بعد پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے، دعوی کرنے والا کافر ہوجائے گا، چاہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء ہی کیوں نہ مانتا ہو، دعوی کرنے والا قرآن وحدیث کا انکار کرنے والا اور جھوٹا ہوگا، اسی لئے مسیلمہ کذاب کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے قتل کیا؛ حالانکہ وہ حضرت محمد رسول ﷺ کو پیغمبر مانتا اور اذان میں آپؐ کی رسالت کا اعلان بھی کرواتا تھا، اس کے باوجود کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا، جو لوگ بھی پیغمبری کا دعوی کرنے والے کو پیغمبر مانیں گے وہ بھی مسلمان نہیں رہتے، ان کو بھی کافر مانا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رسالت ونبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا، میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔ (ترمذی، مسند احمد)

آپؐ نے اس کو ایک مثال سے یوں سمجھایا کہ مجھ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے حسین وخوبصورت عمارت بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی، لوگ اس عمارت کے گرد گھومتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، تو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہوچکی، اب کوئی جگہ باقی نہیں جسے پُر کرنے کے لئے کوئی آئے)۔(بخاری)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطابؓ ہوتے۔ (ترمذی) آپؐ نے حضرت علیؓ سے یوں فرمایا: میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(بخاری مسلم)

ایمان بالرسالت بڑا نازک مسئلہ ہے، اس کو ماننے یا نہ ماننے پر انسان ایمان یا کفر اختیار کرتا ہے، اگر کوئی نبی ہو اس کو نہ مانے تو کافر ہو جاتا ہے اور اگر نبی نہ ہو اور اس کو نبی مان لے تو کافر بن جاتا ہے، اس لئے رسالت کو ماننے میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کا پوری طرح علم رکھنا ہوگا، دھوکہ کھانے اور گمراہ ہونے سے بچنا چاہئے۔

سورۂ ال عمران: ''اللہ نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اس تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا، اس کی مدد کرنی ہوگی''، یہ عہد پیغمبر کے ساتھ ساتھ امتیوں پر بھی عائد ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو بعد میں آنے والے نبی کی خبر دی اور اس پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی، مگر قرآن میں کہیں بھی حضرت محمد ﷺ سے نہ ایسا عہد لیا گیا اور نہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے کی اطلاع دی، البتہ آپؐ کو خاتم الانبیاء بتلایا گیا اور رسول ﷺ نے بھی کبھی اپنے ارشادات میں اپنی امت کو کسی بعد میں آنے والے نبی کی خبر نہیں دی اور فرمایا کہ قیامت تک میری امت میں ۳۰ جھوٹے لوگ نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے، خبردار! میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، میں ہی آخری نبی اُمّی ہوں،

میرے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا، صرف انسانوں کو سچے خواب کے ذریعہ رہبری ملے گی، اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف کھلے طور پر بیان کر دیتا اور رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح اپنی امت کو اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے کہ میرے بعد ایک پیغمبر آئے گا تم اس کو ماننا تب ہی تم مسلمان برقرار رہ سکتے ہو، اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی رسالت کا دعویٰ کرے تو اس کو جھوٹا مانیں اور اس سے نبوت کی دلیل پوچھنا بھی ایمان سے خارج ہو جانا ہے۔

سوال:۔ جھوٹی پیغمبری کا دعویٰ کرنے والے کس طرح گمراہ کرتے ہیں؟

جواب:۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لئے خاتم الانبیاء کے معنی تمام پیغمبروں اور رسولوں میں افضل بیان کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے، اور کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا مطلب کمالاتِ نبوت، فضیلتِ نبوت اور افضلیت نبوت رسول ﷺ پر ختم ہوگئی، مگر رشد و ہدایت اور اصلاح امت کے لئے نبوت کا دروازہ ابھی کھلا رہے گا، فضیلت کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ ہی افضل رہیں گے، یہ تاویل بھی سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔

ختم نبوت کے معنی مہر نبوت یعنی رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت سے کوئی دوسرا رسالت کا کام کر سکتا ہے، کئی نبی ہو سکتے ہیں ان کو رسول اللہ ﷺ کی تائید و حمایت حاصل رہے گی، یہ بھی سراسر غلط، بے معنی اور بے محل ہے، جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں موجود ہی نہیں تو مہر نبوت کہاں سے ملے گی۔

غیر ایمان والوں کی طرح اوتار کا تصور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی کا مکمل رسول اللہ کی اتباع سے آپ کا ہم رنگ، سایہ، ظلی روپ لے لینا گویا خود آپؐ ہی کا آنا ہے، اس لئے ہم نبی کے نبی ہیں، یہ تاویل بھی سراسر غلط ہے، اسلام میں اوتار کا کوئی تصور ہی نہیں۔

☆ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ رکھنا ختم نبوت کے خلاف ہے، جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے آنے کے

باوجود محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہی رہیں گے، پس کوئی رسالت کا دعوی کرے تو ختم نبوت کا عقیدہ متاثر نہیں ہوتا، جھوٹے نبی کو ماننے والے دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ امام تھے، مجدد تھے، مہدی تھے، مسیح موعود تھے، اس طرح وہ مسلمانوں کو مسلم کی یہ حدیث بیان کر کے گمراہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد (نبوی) آخری مسجد ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس مسجد کے بعد کوئی مسجد نہ بنائیں، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کے باوجود آج تک ہزاروں مسجدیں بنتی رہتی ہیں، تو جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد کو آخری مسجد کہنے کے باجود مسجدیں ہر زمانہ میں بن رہی ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ آخری نبی کہنے کے باوجود نبوت جاری رہے گی اور نبوت کا دروازہ بھی کھلا رہے گا، یہ تاویل اور حدیث کو سمجھنا اور سمجھانا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔

☆ اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ میری مسجد کے بعد کوئی مسجد نہیں بنائی جائے، آپؐ نے مسجد نبویؐ کو آخری مسجد جس معنیٰ میں ارشاد فرمایا اس سے بھی آپؐ کے آخری پیغمبر ہونے کی تعلیم ملتی ہے، دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جو پیغمبروں کی بنائی ہوئی ہیں، پہلی مسجد حرام حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام، دوسری مسجد اقصیٰ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنائی ہوئی ہے اور آخری مسجد جو پیغمبر کے ذریعہ بنی وہ مسجد نبویؐ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تعمیر کی، ان مساجد کی طرف سفر کرنا اور ان میں نماز ادا کرنا دوسری عام مساجد کے مقابلہ میں بہت زیادہ ثواب بھی بتلایا گیا، اب چونکہ آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں اس لئے آپؐ نے فرمایا: اب چوتھی مسجد کسی پیغمبر کی بنائی ہوئی نہیں ہوگی، میری مسجد ہی آخری مسجد ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی مدتِ نبوت پوری کرنے کے بعد آسمان پر اٹھالئے گئے، ابھی وہ طبعی موت سے نہیں گذرے اور نہ ان کو کسی نے قتل کیا ہے، اللہ نے ان کے ذمہ یہ کام رکھا ہے کہ وہ قیامت کے قریب پھر دنیا میں جائیں اور دجال کا خاتمہ کریں، وہ ابھی بھی پیغمبر ہیں، مگر رسول ﷺ سے پہلے کے پیغمبر ہیں، ان کی لائی ہوئی کتاب' قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو چکی ہے، تورات وانجیل کے اہم نکات سب قرآن مجید میں

آ چکے ہیں، وہ بحیثیت پچھلے پیغمبر کے دنیا میں دوبارہ آئیں گے، خاتم الانبیاء اور آخری نبی کے معنیٰ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نیا انسان نبی بنا کر نہیں بھیجا جائے گا، جو آپؐ سے پہلے تھے اور جن کا ابھی انتقال نہیں ہوا وہ ضرور آ سکتے ہیں، وہ بھی موت سے گذریں گے اور زمین میں دفن ہوں گے، اس لئے وہ ضرور آئیں گے اور اپنی لائی ہوئی تعلیمات کی نہیں بلکہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات وارشادات ہی کی پیروی اور تبلیغ کریں گے، وہ نبوت ورسالت کے کام پر مامور ہو کر دنیا میں نہیں آئیں گے؛ بلکہ امت محمدیہ کے فرد بن کر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی گواہی دیں گے اور رسول ﷺ کو ہی اپنے بعد آخری پیغمبر ورسول مان کر کلمہ طیبہ کا اقرار کریں گے اور امت محمدیہ کی قیادت کرتے ہوئے بحیثیت خلیفۂ رسول اللہ کے فرائض انجام دیں گے، امت محمدیہ جس طرح اب ان کو محمد ﷺ سے پہلے کے نبی ہونے کا عقیدہ رکھتی اور مانتی ہے، اسی طرح اُس وقت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سابقہ نبیوں میں مانے گی، وہ تورات وانجیل کی تعلیمات کی دعوت نہیں بلکہ قرآن مجید ہی کی دعوت لوگوں کو دیں گے اور لوگ کلمہ طیبہ پڑھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کریں گے، اگر کوئی ان کو اس وقت پیغمبر نہیں سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا۔

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی تمام انبیاء میں امتیازی فضیلت کو خاتم النبیین کے الفاظ سے بیان کیا ہے، یعنی ہر قسم کے نبی اور رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے، خاتم کے معنی آخری کے ہیں، آپؐ کے آنے کے بعد نبوت ورسالت ختم اور مکمل ہوگئی، سب سے آخر میں آپؐ بھیجے گئے، دین کو آپؐ پر مکمل کر دیا گیا، آپؐ کے ارشادات اور زندگی کے تمام حالات شروع سے آخر تک امت کی رہبری کے لئے محفوظ کر دئے گئے جس سے قرآن مجید کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے، آپؐ پر نازل ہونے والی وحی محفوظ ہے جس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، اس لئے آپؐ کے بعد اب کسی قسم کے نبی اور رسول کی ضرورت بھی باقی نہیں ہے، خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالاتِ نبوت ورسالت میں آپؐ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیات کو ظاہر کرتی ہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپؐ کے بعد مسلمانوں کو سچے خوابوں سے رہبری ملے گی، آپؐ کے بعد جو نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذّاب، منکرِ قرآن وحدیث اور کافر ہوگا، اس کو ماننے والے بھی کافر ہوں گے، رسول اللہ ﷺ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے قیامت تک مبعوث فرمایا گیا ہے، آپؐ کے بعد دنیا میں اللہ نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ آپؐ کے امتیوں کو آپؐ کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہچانا آسان ہوگیا۔

سوال:۔ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات کیا تھے؟**

جواب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا عمران اور نانی حنّہ نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لئے دعاء مانگی اور نانی نے منت مانی کے اولاد ہوگی تو اس کو مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے رکھوں گی، مگر ان کو اللہ نے لڑکی عطا فرمائی جس کا نام مریم رکھا، مریم کے معنیٰ سریانی زبان میں خادمہ کے ہیں، ان کے پیدا ہونے کے بعد حضرت عمران بی بی مریمؑ کے والد کا انتقال ہوگیا، ان کی منت کے مطابق مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے بہرحال وقف کردیا گیا، بی بی مریمؑ حضرت زکریاؑ کی سرپرستی میں پرورش پائیں، ان کے لئے مسجد کے ایک طرف کمرہ بنا کر علاحدہ رکھ دیا گیا، وہ دن میں عبادت الٰہی کرتیں اور رات میں اپنی خالہ ایشاع جو حضرت زکریاؑ کی بیوی تھیں کے ساتھ رہتیں، بی بی مریمؑ کی تقویٰ وپرہیزگاری بنی اسرائیل میں ضرب المثل بن گئی، حضرت زکریاؑ جب بھی ان کے کمرے میں آتے بے موسم پھل محراب میں موجود پاتے، وہ پوچھتے کہ یہ تمہارے پاس بے موسم پھل کہاں سے آتے ہیں؟ وہ جواب میں کہتیں: میرے رب کی طرف سے! وہ جان گئے کہ بی بی مریمؑ کا مقام ومرتبہ اللہ کے نزدیک خاص ہے۔

پھر ان کو بھی یہ خواہش ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ بے موسم پھل دے سکتا ہے تو مجھے بوڑھاپے میں اولاد بھی دے سکتا ہے، پھر انہوں نے اللہ سے اولاد مانگی، اللہ نے ان کو یحییٰ نام کی اولاد لڑکے کی صورت میں دی، بی بی مریمؑ جو ابھی کنواری تھیں، ان کی شادی کسی کے ساتھ نہیں ہوئی، اللہ نے ان کو بغیر شادی کے اولاد دینے کا فیصلہ کیا، ان کو دنیا کی

عورتوں پر فضیلت دی اور ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجا، وہ ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھی تھیں، اچانک فرشتے کو بے حجاب انسانی شکل میں دیکھ کر گھبرا گئیں اور اس کو دور رہنے کے لئے اللہ کا واسطہ دیا اور اللہ کی پناہ چاہی، فرشتے نے کہا: گھبراؤ مت میں انسان نہیں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں، تم کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں، انہوں نے کہا: میں شادی شدہ نہیں ہوں اور نہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ لگایا، فرشتہ نے کہا: اللہ کی قدرت سے بچہ ایسا ہی ہوگا، پھر فرشتے نے گردن پر پھونک ماری اور اللہ کا یہ پیغام سنایا کہ ''اللہ تم کو اور تمہارے بیٹے کو دنیا والوں کے لئے نشانی بنادے گا، یہ لڑکا اللہ کی طرف سے رحمت ثابت ہوگا، یہ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے، اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ ہوگا، وہ دونوں جہانوں میں صاحبِ عظمت اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا، وہ شیر خواری میں لوگوں سے بات کرے گا اور بوڑھاپے کا ابتدائی دور بھی پائے گا؛ تاکہ لوگوں کی رشد وہدایت کی خدمت کی تکمیل کرے، اللہ کا قانون قدرت یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کا محض یہ ارادہ اور حکم کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے، اللہ اس کو کتاب عطا کرے گا، اس کو حکمت سکھائے گا اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے رسول اور اولوالعزم پیغمبر بنائے گا، اس طرح گردن میں پھونکنے سے اللہ کا کلمہ بی بی مریم تک پہنچ گیا''۔

جب مدت حمل مکمل ہوئی تو بی بی مریمؑ لوگوں کی بدنامی سے بچنے کے لئے دور چلی گئیں، بیت المقدس سے ۹ رمیل دور ایک چھوٹے سے ٹیلہ پر چلی گئیں جو اس وقت بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے، اللہ نے ان کے لئے وہاں کھجور کے درخت اور میٹھے پانی کی چھوٹی سی نہر کا انتظام پہلے ہی کردیا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاملہ عورت کے لئے کھجور بہت مقوی غذاء ہے، وہ ان ایام میں بہت پریشان رہتی تھیں، دور سے فرشتہ اللہ کی مدد کا ان کو احساس دلاتا تھا، طاقت کے لئے کھجور اور پانی استعمال کرتیں، جب بچہ پیدا ہوگیا تو بچہ سے آنکھیں ٹھنڈی کرتیں اور غم بھول گئیں، پھر ان کو وحی کی گئی کہ اپنی قوم میں جانے کے بعد لوگ اگر سوالات کریں تو خود جواب نہ دینا اور اشارہ کرنا کہ میں خاموشی کا روزہ

رکھی ہوئی ہوں اس لئے کسی سے بات نہیں کرسکتی، بچہ کی طرف اشارہ کرکے اس سے دریافت کر لینے کو کہنا، تب اللہ اپنی قدرت کو ظاہر کرے گا۔

پھر بی بی مریمؑ جب بیت المقدس گئیں، جب شہر پہنچیں تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور سب نے برائی کا الزام لگایا اور تہمت لگائی، ان کو ان کے بھائی اور باپ کا واسطہ دیا کہ وہ بہت نیک لوگ تھے، کہا کہ تمہاری ماں بدچلن نہیں تھی پھر تم نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے حکمِ الٰہی کے مطابق جب بچہ کی طرف اشارہ کیا تو لوگوں نے کہا: ہم شیر خوار بچہ سے کس طرح بات کرسکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں ہے؟ بچہ فوراً کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں! اللہ نے مجھے کتاب یعنی انجیل دی (دینے والا) ہے، نبی بنایا (بنانے والا) ہے، اس نے مجھے سلامتی عطا فرمائی اور نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا ہے، اس نے مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گذار بنایا، جس دن کہ میں پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا مجھ پر اللہ کی سلامتی ہے، سب لوگوں نے یہ معجزہ دیکھ کر یقین کرلیا کہ بی بی مریمؑ پاکدامن ہیں اور بچہ اللہ کی نشانی ہے، چاروں طرف حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش کے چرچے ہونے لگے، جو لوگ نیک تھے انہوں نے برائی نہیں کی، جو شر پسند تھے حسد، بغض اور جلن میں برائی کی، الزام لگائے، آہستہ آہستہ حضرت عیسیٰؑ کی مقبولیت کی وجہ سے بادشاہ کے پاس جاکر غلط باتیں بیان کرکے دشمنی پیدا کردی، بی بی مریمؑ آپ کو لے کر مصر چلی گئیں، پھر ۱۳ رسال بعد مصر سے واپس آئیں، بنی اسرائیل آپؑ کی نبوت سے پہلے بہت زیادہ برائیوں میں مبتلا ہو چکے تھے، عقائد واعمال میں گمراہ ہوگئے تھے، پیغمبروں اور اصلاح کرنے والوں کا قتل کرتے اور ان کو بے دین کہتے، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا بادشاہ اپنی محبوبہ کے اشارہ پر عبرتناک طریقہ سے قتل کرادیا تھا، وہ محض حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو برداشت نہ کرسکا، جب انہوں نے اسے ناجائز طریقہ سے رشتہ کرنے سے روکا تو قتل کروادیا، بنی اسرائیل کے علماء دنیا کی لالچ میں تورات کو تبدیل کرکے دنیا کماتے تھے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتادیتے، اس طرح اللہ کے قانون کو مسخ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جوان ہونے کے بعد اپنی پیغمبری ورسالت کا اعلان کیا اور یہودیوں کو حق کی دعوت دی، ان کو سمجھایا کہ میں تورات کی تصدیق کرنے اور سدھارنے آیا ہوں، اور بشارت دیتا ہوں ایک پیغمبر اُمّی کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا، اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو معجزات دئے، وہ خدا کے حکم سے مُردے کو زندہ کرتے، پیدائشی نابینا کو بینا بنادیتے، جذامی کو صحت مند کرتے، مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو خدا کے حکم سے اس میں جان پڑ جاتی، اور کس نے کیا کھایا اور کیا خرچ کیا اور گھر میں کیا ذخیرہ کیا بتلاتے تھے، ان کے زمانہ میں علم طب اور علم الطبعیات Physics کا بہت چرچا تھا، بڑے بڑے طبیب اور فلسفی اپنی حکمت ودانشمندی اور کمالاتِ طب کا مظاہرہ کررہے تھے، مگر توحید کی خالص تعلیم سے دور تھے، یہودی حضرت عیسیٰؑ پر شعبدہ باز اور جھوٹے ہونے کا الزام لگاتے، حضرت عیسیٰؑ ہر علاقہ، ہر شہر اور گاؤں میں تبلیغ کرتے پھرتے تھے، انہوں نے نہ شادی کی اور نہ کوئی گھر وغیرہ بنایا، جہاں رات ہوتی وہیں رات بسر کرلیتے، چونکہ ان سے لوگوں کو جسمانی اور روحانی شفاء اور تسکین قلبی ہوتی ہر جگہ ہزاروں لوگ عقیدت کے ساتھ جمع ہوجاتے، ان کے دیوانے بنے رہتے، ان کے حواریوں میں غریب، مزدور طبقہ، دھوبی اور مچھیرے طبقہ کے لوگ زیادہ تھے، لوگ والہانہ انداز میں محبت کے ساتھ ان پر نثار ہوجانے کو تیار رہتے تھے، بغض وحسد اور جلن رکھنے والے ان کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت کو برداشت نہ کرسکے، خطرہ کی نگاہ سے دیکھ کر بادشاہ کو غلط باور کرایا اور ان کے سرداروں اور نقیبوں نے سازش کرکے ان کی گرفتاری اور قتل کا حکم لے لیا، ان کے حسد نے ان کو اندھا کردیا، بادشاہ کو حکومت جانے کا خطرہ اور ان کا دین مٹ جانے کے خطرہ کا احساس دلایا، اس کو احساس دلایا کہ یہ خود بادشاہ بننا چاہتا ہے، اس نے ہمارے دین کو بدل ڈالا اور لوگوں کو دین سے گمراہ ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے دین تک کو بدل ڈالا، لوگوں کو بے دین بنا ڈالا، بادشاہ سے گرفتاری کا وارنٹ لیا اور تنہائی میں گرفتار کرنے کا پلان بنایا؛ تاکہ عوام کو خبر نہ ہو اور عوام مشتعل نہ ہو، یہ تو بہت معجزے دکھاتا ہے، اس کو ہم یونہی چھوڑ دیں گے تو سب اس پر

ایمان لے آئیں گے، حضرت عیسیٰؑ نے یہ خطرہ محسوس کرلیا، اپنے حواریوں کو بلایا اور ان کو ہدایات دیں، سب حواریوں نے وفاداری کا وعدہ کیا۔

اللہ نے آپؑ کو وحی بھیجی کہ میں تم کو ان کی گرفت سے بچاؤں گا اور ابھی طبعی موت سے دور رکھ کر زندہ آسمان پر اٹھالوں گا، حضرت عیسیٰؑ ایک مکان میں اپنے حواریوں کے ساتھ بند تھے، چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا گیا، اللہ نے وحی کی کہ خوف نہ کرو! یہ لوگ تم پر کسی قسم کا قابو نہ پاسکیں گے، وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے مگر ان کو کہیں پر بھی مسیح نظر نہ آئے، مسیحؑ کی شبیہ میں انہی کا ایک آدمی نظر آیا، اسے عیسیٰؑ کی جگہ سولی دے دی، تورات اور انجیل میں مسیح کے قتل کی پوری داستان غلط اور جھوٹ ہے، دراصل عیسیٰؑ کی شبیہ رکھنے والے کو قتل کر کے یہودیوں نے خیال کیا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کردیا اور عیسائیوں نے ایک لمبی جھوٹی کہانی سے یہ عقیدہ قائم کیا کہ ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا، سر پر کیلوں کا تاج ٹھوکا گیا اور کیلوں کی صلیب پر قتل کیا گیا، پھر وہ دوبارہ زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے، جو بالکل غلط ہے، ان کو گرفتار ہی نہیں کیا جاسکا، اللہ نے ان کو جسم کے ساتھ زندہ حالت میں پوری حفاظت کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا، نصاریٰ نے ان کے اوپر چلے جانے کو الوہیت و خدائی میں شریک کر کے ان کو اللہ کا بیٹا بنادیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ دوبارہ قیامت کے قریب دجال کو ختم کرنے اور امت محمدیہ کے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر دنیا میں ۴۰ رسال حکومت کریں گے، اس وقت یہود کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ قتل نہیں کئے گئے، قرآن نے سچ کہا: وہ نصاریٰ کو دعوت دیں گے اور بتلائیں گے کہ وہ نہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ الوہیت میں شامل ہیں، جب وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھیں گے اور اسلام وقرآن کی تعلیم دیں گے تو سارے نصاریٰ اور بچے ہوئے یہودی سب ایمان لے آئیں گے، ان کو دیکھ کر مشرک بھی ایمان لائیں گے، سارا جہاں ایمان واسلام سے بھر جائے گا، حضرت عیسیٰؑ نکاح کریں گے، اہل وعیال والے ہوں گے، پھر انتقال کرجائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر

کے بازو دفن کئے جائیں گے، حضرت مسیح علیہ السلام کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ابتدائی تین سالوں تک ایک سو سے زائد انجیل تھیں جو بعد میں سب کو پڑھنے سے منع کر دیا گیا، کلیسا نے چار کے علاوہ دوسرے تمام انجیلوں کو پڑھنا حرام کر دیا۔

اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے صرف ماں کے ذریعہ پیدا کیا، بغیر باپ کے پیدا ہو جانا اللہ کا بیٹا ہونے کی دلیل ہے تو حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو تو اللہ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، ان کو تو نصاریٰ اللہ کا درجہ نہیں دیتے بلکہ انسان مانتے ہیں، مگر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا درجہ دے دیا، ان کا نو مہینے ماں کے پیٹ میں رہنا، عام انسانوں کی طرح حمل کے بعد ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، ماں اور بیٹے کا کھانا کھانا، پانی پینا اور پھر حضرت عیسیٰؑ کی نانی نانا کا ذکر کرنا اور جو انسان پیدائش کا محتاج ہو، اپنی جان کی خود حفاظت نہیں کر سکتا، گرفتاری سے بچنے کے لئے گھر میں چھپے وہ کیسے خدا ہو سکتا ہے؟ خود نصاریٰ کے عقیدے کے مطابق صلیب پر چڑھا دیا گیا، کیا اللہ کو کوئی مار سکتا اور قتل کر سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوگا تو وہ اللہ نہیں مجبور انسان ہی ہوگا، حضرت عیسیٰؑ کے تعلق سے انسانوں کا زبردست امتحان تھا جس میں نصاریٰ گمراہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے ساتھ شریک کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو چٹان سے نکالا، اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ رکھا، تو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان میں زندہ کیوں نہیں رکھ سکتا؟ جب وہ بغیر ماں باپ کے پھلوں ترکاریوں میں کیڑا پیدا کرتا ہے اور بغیر نر کے مرغی سے انڈا پیدا کر سکتا ہے تو بغیر شادی کے عورت سے بچہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ وہ تو ہر طرح سے قادرِ مطلق ہے۔

سوال:۔ **انسان کو اخلاقی اور روحانی تزکیہ (پاکی) کہاں سے مل سکتا ہے؟**

جواب:۔ انسان کو اخلاقی اور روحانی تزکیہ یعنی پاکی کی تعلیم و تربیت بھی صرف پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی اتباع ہی سے مل سکتی ہے، دنیا میں جو لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ اپنے گمراہ پیشواؤں کے جاہلانہ طریقوں پر گمراہی میں مبتلا ہو کر اپنے جسم

اور جان کو تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں، کہیں ننگے و برہنہ جانوروں کی طرح ہی بن کر، کہیں گانجہ اور چرس کا دن رات استعمال کر کے، کہیں پہاڑوں پر آنکھیں بند کر کے عبادت کرنے، کہیں گوشت نہ کھانے، کہیں مرد یا عورت ایک دوسرے سے دور رہنے اور نکاح نہ کرنے، کہیں نفس کو کچل کر یا آوارہ چھوڑ کر اپنے اوپر تزکیہ کا طریقہ ایجاد کیا، کہیں نن، سسٹر اور برادر بن کر مذہب کی خدمت اور رہبانیت اختیار کرنے یا انسانوں سے دور رہنے کو تزکیہ کا طریقہ سمجھا۔

سوال:۔ **پیغمبروں کو بار بار کیوں بھیجا گیا؟**

جواب:۔ انسانوں کی یہ عادت رہی کہ پیغمبر کے چلے جانے کے بعد ان کے ماننے والے ان کی تعلیمات کو محفوظ نہ رکھتے تھے اور آہستہ آہستہ ان کی تعلیمات میں اضافے اور کمی کر دیتے تھے اور اصل تعلیم کی شکل بگاڑ دیتے تھے، پیغمبر یا ان کے صحابہ کی محبت میں غلو کر کے ان کو اللہ کے ساتھ شریک کر دیتے تھے، چنانچہ پیغمبروں کے چلے جانے کے بعد قوموں میں شرک و دہریت پھیل جاتی اور اللہ کی توحید میں شرک کر دیا جاتا جس کی وجہ سے اللہ کی صحیح پہچان باقی نہ رہتی، ان کے پیشوا اپنے دماغ سے بہت ساری چیزوں کو ایجاد کر کے آسمانی کتاب کی شکل بدل دیتے تھے، اس لئے اللہ ہر علاقہ اور ہر قوم میں ان کی سدھار کے لئے پیغمبروں کو مسلسل بھیجتا رہا اور ان کی سدھار کرتا رہا، چنانچہ اگر ہم قوموں کا جائزہ لیں گے تو سوائے حضرت محمد ﷺ کے کسی پیغمبر کی تعلیمات، ان کے ارشادات اور ان کی زندگی کے حالات صحیح معنیٰ میں محفوظ نہیں، ان میں تحریف ہوتی رہی، حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ بھی دین اسلام لیکر آئے تھے، مگر ان کے ماننے والوں نے بعد میں ان کی تعلیمات کو بدل ڈالا اور دین اسلام کی جگہ یہودیت و عیسائیت کو مذہب بنا ڈالا، مشرکین کے پیشواؤں نے تو اپنے دماغ سے مختلف باتیں گھڑ کر ان کو مذہب کا نام دے دیا، اس طرح دنیا میں کئی مذاہب بنتے چلے گئے، اس لئے اسلامی عقیدۂ ایمان کے اقرار میں اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی کر دی گئی، وہ اب اصلی حالت میں موجود نہیں، اللہ نے ان کو منسوخ کر دیا ہے، صرف قرآن مجید حرف بہ حرف محفوظ ہے اور حضرت محمد ﷺ تا قیامت آخری رسول ہیں۔

سوال:۔ کیا پیغمبروں میں بڑے چھوٹے کا فرق ہے یا اپنے پیغمبر کو اچھا اور دوسروں کو گنہگار کہہ سکتے ہیں؟ یا کسی کا اقرار اور کسی کا انکار کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ قرآن مجید نے پیغمبروں میں تفریق کرنے سے سختی سے منع فرمایا، اور ہر پیغمبر کا مکمل طور پر یکساں ادب واحترام کرنا سکھایا، انسانوں کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے پیغمبروں میں تفریق کرے اور ان کے احترام و محبت میں کمی کرے، پیغمبروں میں تفریق یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں، کسی کو سچے متقی جانیں اور کسی کو جھوٹا و گنہگار کہہ کر تہمت لگائیں، یہود و نصاریٰ نے ایمان بالرسالۃ میں یہی گمراہی والا عمل اختیار کیا، یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہیں مانتے تھے اور جھوٹا کہتے، ان پر اور ان کی ماں پر گناہ کا الزام اور تہمتیں لگاتے تھے، اسی طرح یہود و نصاریٰ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانتے تھے، مگر پیغمبر نہیں صرف بادشاہ کہتے تھے، ان کو گناہوں سے دور، برائیوں اور غلطیوں سے محفوظ نہیں مانتے تھے، عیسائی صرف اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو معصوم اور باقی سب کو گنہگار سمجھتے، یہاں تک کہ انجیل میں تحریف کر کے غلط لکھ دیا کہ وہ اپنی ماں سے محبت اور ان کی عزت نہیں کرتے تھے، ان کے پاس نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی، یہود حضرت سلیمانؑ کو تعویذ گنڈے اور عملیات کرنے والا کہتے، حضرت لوطؑ پر بدکاری کا الزام لگاتے، قرآن نے ان کی ان تمام تہمتوں کی تردید کی اور بتلایا کہ تمام پیغمبر اپنے زمانے کے سب سے بہترین انسان تھے اور اللہ کے نیک اور فرمانبردار بندے تھے، وہ سب گناہوں سے پاک اور برائیوں سے محفوظ اور معصوم تھے۔

(سیرۃ النبی ﷺ، از: سید سلیمان ندویؒ: ۲/۱۷/۴)

سوال:۔ کیا ہم نبیوں میں تقابل کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ رسول اللہ ﷺ نے نبیوں کا آپس میں تقابل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیؓ کے سامنے ایک یہودی نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰؑ کو تمام انسانوں پر فضیلت دی! صحابیؓ کو غصہ

آ گیا کہ ہمارے پیغمبر کی موجودگی میں تم یہ کہہ رہے ہو؟ گویا حضرت موسیٰؑ کو حضرت محمد ﷺ پر بھی فضیلت دے رہے ہو؟ اس کو ایک تھپڑ رسید کر دیا، اس یہودی نے دربارِ نبوت میں جا کر شکایت کی، آپ ﷺ نے ان صحابیؓ کو بلا بھیجا اور پوری بات سننے کے بعد نہایت برہم ہو کر فرمایا: پیغمبروں میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو، (یعنی ایسی فضیلت جس سے کسی دوسرے نبی کی شان میں کمی ہوتی ہو)، آپ ﷺ نے ان صحابیؓ سے یہ بھی فرمایا: مجھے حضرت موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو، اس لئے کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا؛ جبکہ حضرت موسیٰؑ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے، ممکن ہے وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ چکے ہوں گے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہوں گے، کیونکہ وہ دنیا میں کوہ طور پر ایک بار اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے تھے، اس لئے شاید قیامت کے دن کی بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دئے گئے ہوں، اسی طرح ایک موقع پر حضرت یونسؑ کے بارے میں بھی فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت نہ دو! بلکہ ایک موقع پر فرمایا کہ: **لَا تَخَيَّرُوْنِيْ مِنْ بَيْنِ الْاَنْبِيَاءِ** ۔ مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو! جبکہ آپ ﷺ کو اللہ نے انبیاء کا سردار بنایا، معراج میں سب کی امامت کا مرتبہ عطا فرمایا، خاتم النبیین بنایا، تمام کتابوں کا نچوڑ قرآن مجید عطا فرمایا اور قیامت تک تمام دنیا کے انسان کے لئے نبی بنایا۔

سوال:۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں غلو کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ آپ ﷺ نے یہ بھی تعلیم دی کہ میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی شان میں کیا۔ (بخاری)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ راستے سے جا رہے تھے، ایک شخص نے جیسے ہی آپ ﷺ کو دیکھا تو اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ کانپنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: ڈرو نہیں! میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں؛ جو گوشت کو خشک کر کے کھایا کرتی تھی۔ (ترمذی)

بنو عامر کا وفد جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کیا

کہ: آپ ہمارے سید (آقا) ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سید "اللہ" ہے، لوگوں نے عرض کیا: آپ ہم سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا یہ کہو! لیکن دیکھو کہیں تم کو شیطان اپنا وکیل نہ بنالے۔ (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ ایک شخص نے ان الفاظ میں آپ کو مخاطب کیا: اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند! اور اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو! شیطان تمہیں گرا نہ دے، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھ کو اللہ نے جو مرتبہ بخشا ہے؛ مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے خود تمام انبیاء کی تعظیم وتکریم کی کہ ان کے مقابلہ میں کبھی کبھی اپنی ہستی بھی فراموش کردی، ایک دفعہ ایک صحابیؓ آپ ﷺ کو: **یا خیرُ البریّة** ! اے بہترین خلق! کہہ کر خطاب کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو ابراہیمؑ تھے۔ (سیرۃ النبیؐ، سید سلیمان ندویؒ)

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے دریافت کیا: سب سے عالی خاندان کون تھا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: حضرت یوسفؑ، پیغمبر ابن پیغمبر ابن پیغمبر بن خلیل اللہ علیہم السلام۔ (مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو شرک کے سایہ سے بچانے کی ہر طرح کی تعلیم دی، اسلام نے بہت سے انبیاء کا تذکرہ کرکے ان کے خاص خاص لقب بیان کئے ہیں، مثلاً حضرت آدمؑ خلیفۃ اللہ، حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ، حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ، حضرت عیسیٰؑ روح اللہ؛ جبکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اشرف الانبیاء بنایا اور کلمہ شہادت میں رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ رسالت اور عبدیت کے لقب سے امتیوں کو یاد کرنے اور اقرار کرنے کی تعلیم دی، اس کے باوجود اکثر مسلمان غلو میں پڑ کر آپ ﷺ کو بشر نہیں مانتے، جس سے قرآن کی سورۂ کہف کی آیت کا انکار ہوتا ہے۔

سوال:۔ کیا حضور ﷺ کی تعریف میں دوسرے نبی کو کمتر بتلانا یا سمجھنا صحیح ہے؟

جواب:۔ بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے اشعار اور وعظ وتقاریر میں آپ ﷺ کے

مقابلے دوسرے انبیاء کرامؑ کو چھوٹا اور معمولی ثابت کرتے ہیں اور آپ کی عظمت بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ: اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور پر جوتیاں اتار کر آنے کا حکم فرمایا اور ہمارے نبی ﷺ کو عرش پر جوتیوں کے ساتھ آنے کی اجازت دی، بعض تو غلو کر کے اللہ کے ساتھ آپ ﷺ کو ملا دیتے ہیں اور بند الفاظ میں آپ ﷺ کو ہدایت دینے والا اور شفاعت کرنے والا کہتے ہیں، جبکہ آپ ﷺ اللہ کی مرضی کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتے، اللہ نے آپ ﷺ کو اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرنے اور بہت سے احکام میں ان کے طریقوں پر عمل کروایا، اور آپ ﷺ کی امت کو ان کی پیروی کرنے کی تاکید کی، اور ہر نماز میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیمؑ پر بھی درود وسلام کی تعلیم دی۔

آج کل بعض لوگ پچھلے مناظروں و مباحثوں کو سناتے ہوئے کہتے ہیں: ایک مناظرے میں ایک عیسائی نے مسلمان سے کہا: تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ زمین میں یا آسمان میں؟ مسلمان کہتا ہے: زمین میں! تو عیسائی کہتا ہے: ہمارے پیغمبر آسمان میں ہیں، جو بڑے مقام کا ہوتا ہے وہ اونچا رہتا ہے اور جو چھوٹے مقام کا ہوتا ہے وہ نیچے رہتا ہے، اس پر ایک مسلمان تاجر ترازو لے کر اسٹیج پر آتا ہے اور ترازو کے دونوں پلڑوں میں الگ الگ دس کیلو اور دو کیلو کے وزن رکھتا ہے اور کہتا ہے: وزنی اور بھاری جو ہوتا ہے وہ اس طرح نیچے رہتا ہے اور جو ہلکا ہوتا ہے وہ اوپر ہوتا ہے، ہمارے پیغمبر بھاری ہیں اس لئے نیچے ہیں، تمہارے پیغمبر ہلکے ہیں اس لئے اوپر ہیں، ذرا سوچئے کہ پیغمبروں کی کیسے بے حرمتی کی جا رہی ہے؟ کیا یہی دعوت کا طریقہ کار ہے؟

اسی طرح ایک عیسائی کے یہ کہنے پر کہ: ہمارے عیسیٰؑ تو خدا کے بیٹے ہیں، تو مسلمان کہتا ہے: یہ بتاؤ خدا کی اب عمر کیا ہے؟ یہ سن کر عیسائی پریشان ہو جاتا ہے اور ایک لمبا ہندسا 2,24,70,000 بتلاتا ہے، مسلمان کہتا ہے کہ: اتنی لمبی عمر میں خدا ایک ہی بیٹا نکال سکا، ارے میری عمر تو چالیس سال کی ہے؛ مجھے چھ بچے پیدا ہوئے، اس جواب پر سامعین ہنستے اور مزا لیتے ہیں، اگر عوام کو یہ لطیفے سنائے جائیں تو پیغمبروں کے ساتھ اسی قسم کا ہنسی مذاق اور

دل لگی کر کے بے حرمتی کریں گے، کیا صحابہ کرامؓ نے اسی طرح دعوتِ اسلام دی؟ کیا یہی پیغمبروں کا ادب واحترام ہے؟

سوال:۔ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت بیان کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ قرآن نے انبیاء کرامؑ میں تفریق کرنے سے منع فرمایا، مگر حضرات انبیاء کرامؑ کے درمیان فضیلت کی بات تو خود قرآن کریم کہتا ہے: **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** ۔ کہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض دوسرے انبیاء پر فضیلت دی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی بعض حدیثوں میں اپنی فضیلت اور برتری کا خود ذکر فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری ہی پیروی کرنا پڑتا، ہم رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے، پھر آخر آپؐ نے خود کو انبیاء کرام بالخصوص حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ پر فضیلت دینے سے منع کیوں فرمایا؟ شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانیؒ نے اس کی شرح اس طرح کی کہ مطلق فضیلت بیان کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ایسے انداز میں فضیلت بیان کرنے سے منع کیا جس سے دوسرے پیغمبروں کی اہانت اور بے ادبی کا اظہار ہوتا ہو، یعنی نبیوں کا آپس میں بے ادبی اور بے عزتی کے ساتھ تقابل کیا جائے، مثلاً بعض کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کی تجلی کے نور کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے، بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہمارے پیغمبر عرش پر پورے ہوش کے ساتھ گئے، یا تمام پیغمبروں کے مقابلے بعض کہتے ہیں کہ عرب میں ایک بغیر عین (ع) کا رب آیا، بعض تو حضور ﷺ کے تعلق سے بشر کا لفظ سنتے ہی کہنے والے کو کافر کہہ دیتے ہیں، مشرکین نے نبی کو بشر کی صورت میں دیکھ کر نبی ماننے سے انکار کیا اور آج کے بعض مسلمان نبی کو بشر ماننے تیار نہیں ہیں۔

اگر کسی باپ کے دس بیٹے ہوں اور ان میں کوئی تعلیم میں کم اور کوئی زیادہ، کوئی امیر اور کوئی غرب ہو تو ہم اپنے باپ کے بھائیوں میں تفریق نہیں کرتے، ایسا نہیں کہ کسی کو عزت دیتے ہیں اور کسی کو نہیں دیتے؛ بلکہ سب کے ساتھ عزت ومحبت اور مساوی سلوک

کرتے ہیں، دلوں میں ہر ایک کی قابلیت اور مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہیں، مگر کسی کی توہین نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے کچھ لڑکیوں کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا کہ: ہمارے درمیان ایسے نبی موجود ہیں جو آنے والے کل کی باتیں بھی جانتے ہیں، آپ ﷺ نے ان کو اس طرح کہنے سے روک دیا، باقی دوسرے اشعار پڑھنے کی اجازت دی، اسلام نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ جب دوسرے کسی پیغمبر کا نام لیا جائے تو ادب واحترام کے ساتھ ان پر سلامتی کی دعاء کے ساتھ نام لینا، یہ درود وسلام بھیجنے کا رواج دنیا کی کسی دوسری قوم میں نہیں، وہ پیغمبروں کا نام عام اور معمولی انسانوں کی طرح لیتے ہیں۔

سوال:۔ دنیا کی دوسری قوموں نے اگر کسی پیغمبر کا مذاق اُڑایا تو کیا یہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی نہیں؟

جواب:۔ اگر کسی بھی پیغمبر پر مذاق اُڑایا گیا یا ان کے کارٹون بنائے گئے تو وہ لوگ جو یہ عمل کریں گے اور جو اس عمل کی تائید کریں گے وہ سب اللہ کی نظر میں کافر ہوں گے، ان کو مسلمان بننے کے لئے ہر پیغمبر کا احترام اور عزت اسی طرح کرنی ہوگی جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی کی جاتی ہے، ان کا مذق اُڑانا اور ان پر تنقید کرنا کفر کرنا ہوگا۔

دنیا میں وقفہ وقفہ سے پیغمبر اسلام پر کارٹون بنا کر مذاق اُڑایا گیا، مگر آج تک اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے جاہل سے جاہل مسلمان بھی اپنے پیغمبر کا گستاخانہ کارٹون بنانے والے پر بدلے لینے اور مذاق اڑانے کے لئے ان کے پیغمبر کے ساتھ کوئی بے ادبی نہیں کی، ان کی شان میں کسی قسم کا مذاق دل لگی اور بے ادبی کی بات نہیں کی، وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم بدلے کے طور پر کسی پیغمبر کا مذاق اُڑائیں گے یا ان کا کارٹون بنائیں گے تو مسلمان باقی نہیں رہتے، اسلئے ایک ایمان والے کو ایمان بالرسالۃ کے ذریعہ تمام انبیاء کرامؑ کا احترام کرنا سکھایا گیا اور مسلمان دوسری قوموں کی جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دیتے، اور جانتے ہیں کہ کسی بھی پیغمبر کا مذاق اُڑانا کفر ہے، اللہ کو ناراض کرنا ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

سوال:۔ **اکثر مسلمان اسلام پر نہ چل کر یہود ونصاریٰ کی طرح اپنے پیغمبر اور بزرگوں سے شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں، کیا ان کا یہ عقیدہ صحیح ہے؟**

جواب:۔ یہود ونصاریٰ اپنے آپ کو دنیا کی تمام قوموں سے اعلیٰ اور عمدہ سمجھتے ہیں اور یہود یہ تصور رکھتے ہیں کہ دوسری تمام قومیں اللہ کی محبوب نہیں، ان کو اللہ نے پیغمبروں کی اولاد میں پیدا کیا، چنانچہ وہ لوگ اللہ کے محبوب بندوں کی اولاد ہیں اور ان کے پیغمبر و بزرگ ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے، دوزخ کا عذاب ان کے لئے نہیں، وہ کتاب الٰہی پڑھتے تھے، اس کے احکام جاننے کے باوجود احکام کی خلاف ورزی جان بوجھ کر کرتے تھے، اور اللہ کے احکام کو تبدیل کرتے اور خود کی بنائی ہوئی باتوں کو اللہ کی بات کہتے تھے، انہوں نے اپنے علماء کو رب کا درجہ دے دیا تھا، اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو اگر ان کے علماء حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتے تو وہ آنکھیں بند کر کے کتابِ الٰہی کے خلاف ان کی پیروری کرتے تھے، کتاب کی بعض باتوں پر عمل کرتے اور جو باتیں مشکل اور نفس کے خلاف ہوتیں ان پر عمل نہیں کرتے تھے، ان کو قرآن نے گدھے سے تشبیہ دی ہے۔

عیسائی تو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ غلو کر کے ان کو خدا کا بیٹا بنادیا اور کتاب میں خوب تحریف کرڈالی اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ چاہے کتنے ہی گناہ کرلیں ان کو بیٹا ماننے سے نجات مل جائے گی، ان کے پیشواؤں کو ان کے گناہ معاف کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

آج رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے بھی یہود کی طرح اسی غرور میں مبتلا ہیں کہ وہ سب سے اعلیٰ اور بڑے پیغمبر کی امت ہیں، ان کا پیغمبر اللہ کا محبوب ہے، اگر وہ گناہ میں مبتلا بھی رہیں اور اسلام کے خلاف بھی چلیں تب بھی ان کا پیغمبر ان کی اللہ سے شفاعت کروالے گا، ہمیں اطاعت و عمل کی ضرورت ہی نہیں، صرف اپنے پیغمبر سے محبت کافی ہے، انہوں نے اپنے علماء سوء کے کہنے پر دین و شریعت کے خلاف نئی نئی باتیں اپنے پیغمبر اور بزرگوں کے غلو میں ایجاد کرلیں اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر سماج و سوسائٹی کے طور طریقوں کو دین بنادیا اور دین کی شکل بگاڑ دی، اور دین پر صحیح عمل کرنے والوں کو کافر اور

بے دین کہتے ہیں، قرآن کے ہر حکم کی جان بوجھ کرنا فرمانی کرتے ہیں، شیطان نے ان کو یہود ونصاریٰ کی گمراہی کی طرح دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ: ''آپ ﷺ کہد یجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو؛ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا''، رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: اے قریشیو! اے اولادِ عبدالمطلب! اے عباس! اے صفیہ! اے فاطمہ! میرے مال میں سے جو مانگو گے میں دے سکتا ہوں، لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

سوال:۔ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو صرف اخلاقی ہدایات سمجھتے ہیں اور احادیث کے ذریعہ قرآن کو سمجھنا ضروری نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ انہیں قرآن کافی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ وہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔

جواب:۔ انسانوں کو قرآن مجید رسول اللہ ﷺ ہی کی زبانِ مبارک سے عطا کیا گیا، رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ احادیث بھی اللہ ہی کا منشاء اور تعلیم ہے اور قرآن مجید کی تفصیل و تفسیر ہے، مگر وہ غیر متلو ہے، قرآن مجید کی تفصیل اور تشریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے سمجھایا، اور اللہ نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی زندگی کے ایک ایک گوشے کو بھی محفوظ رکھا ہے جو امت کے لئے قرآن مجید کی چلتی پھرتی مثال ہے، ایسی صورت میں انسان اگر رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو چھوڑ کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا، بغیر حدیث کی مدد کے قرآن ہرگز نہیں سمجھ سکتے، اس زمانہ میں بہت سے لوگ قبر کے عذابات، منکر نکیر کے سوال جواب اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت، ایصال ثواب، جادو، شق الصدر وغیرہ کی احادیث کا انکار کرتے ہیں اور منکرین حدیث کہلاتے ہیں، جبکہ ان تمام باتوں پر حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ کتابوں میں موجود ہے، دنیا کی دوسری قومیں اپنی کتاب پر اس لئے بھی عمل نہیں کر سکتیں کہ ان کے پاس نہ نبی کی زندگی محفوظ ہے، نہ نبی کا عمل اور نہ ارشادات محفوظ ہیں، کتاب پر عمل کرنے کے لئے نبی کا اسوہ امتیوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔ ختم نبوت کے بعد نبی کے کام کی ذمہ داری کس پر ہے؟

جواب:۔ ختم نبوت کے بعد قیامت تک آنے والے انسانوں کو راہِ حق کی دعوت دینے کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ہے؛ کہ وہ دنیا کے دوسرے انسانوں کو دین واسلام کی دعوت دے کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کی دعوت دیں۔

سوال:۔ تقلید کیا ہے؟ اور کیا کسی امام کی تقلید کرنا ان کو پیغمبر ماننا ہے؟

جواب:۔ نہیں! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد پیغمبر کے جانشین ائمہ وعلماء ہوں گے، ان سے پوچھ کر دین کی رہبری حاصل کر کے عمل کرنا تقلید ہے۔

سوال:۔ کیا ہم قرآن وحدیث خود پڑھ کر یا اس کا ترجمہ پڑھ کر دین کی رہبری حاصل نہیں کر سکتے؟

جواب:۔ ہاں! ہم خود قرآن وحدیث کا مکمل علم حاصل کئے بغیر خود پڑھ کر یا ان کا ترجمہ پڑھ کر صحیح طریقے سے علم حاصل نہیں کر سکتے، اس کو سمجھنے کے لئے ذرا عقل کا استعمال کرنا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ صرف عربی زبان جانتے ہیں، وہ قرآن و حدیث پر پوری طرح نظر نہیں رکھتے۔

☆ بہت سے مسلمان دنیوی علوم جانتے ہیں، ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان یا دفتر میں حکومت کے نمائندہ آفیسر، کلرک، منیجر، اکاؤنٹینٹ بنتے ہیں، وہ زیادہ تر انگریزی اور مادری زبان جانتے ہیں، عربی سے واقف نہیں رہتے۔

☆ بہت سے مسلمان آٹو، رکشہ، ٹھیلہ بنڈی چلاتے ہیں، کھیتوں میں محنت مزدوری کرتے ہیں، میکانک کا کام کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، ان میں اکثر نماز ہی نہیں پڑھتے، ان کو قرآن تک پڑھنا نہیں آتا، صرف جمعہ کی نماز ادا کر لیتے ہیں، بھلا وہ قرآن و حدیث پڑھ کر کیا سمجھیں گے؟

☆ مسلمانوں میں بہت سے بچے قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں، وہ عربی زبان نہیں جانتے اور نہ وہ سورتیں جو نماز میں پڑھتے ہیں ان کا معنیٰ ومطلب جانتے ہیں۔

☆ مسلمانوں کی عورتیں جو گھروں میں زندگی گذارتی ہیں یا جو ماڈرن ایجوکیشن رکھتی ہیں

وہ یا تو مادری زبان جانتی ہیں یا انگریزی پڑھ لیتی ہیں، اور عربی زبان سے واقف نہیں ہوتیں۔

☆ بہت سے عالمیت کی ڈگری رکھنے والے بھی دین کی گہری بصیرت اور مہارت نہیں رکھتے اور عربی زبان میں بات نہیں کر سکتے۔

ایسے تمام افراد تقریباً عربی زبان سے واقف نہیں رہتے، قرآن وحدیث کا صحیح علم نہیں رکھتے، اس لئے ان کو کسی سے پوچھ کر سمجھ حاصل کر کے دین پر عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمرا کر دیں گے، اس لئے ان بھائیوں کو جو تقلید نہیں کرتے ان تمام لوگوں کے حالات ذہن میں رکھنا چاہئے، البتہ جو قرآن و حدیث پر پوری نظر رکھتا ہو اور وہ پورے علوم جانتا ہو اس کے لئے تقلید ضروری نہیں۔

اسلام جب پوری دنیا میں پھیلا اور پھیل رہا ہے تو دنیا کے مختلف ممالک کے لوگوں کی زبانیں الگ الگ ہیں، وہ عربی زبان نہیں جانتے اور قرآن وحدیث کے ترجمہ ان کی مادری زبانوں میں بھی نہیں ہوئے، بھلا وہ کسی سے پوچھ کر ہی دین پر عمل کریں گے، جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں وہ اہل علم دین کی سمجھ رکھنے والوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے ہیں، ان کے لئے پوچھ کر دین پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی کو تقلید کہیں گے۔

سوال:۔ کیا قرآن نے رسول کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کا حکم دیا ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں سورۃ النساء، آیت:59 میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی اور اولو الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَطِيْعُواْ اللّٰهَ وَأَطِيْعُواْ الرَّسُوْلَ وَأُوْلِيْ الْأَمْرِ مِنكُمْ .

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی بھی اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی۔

اس آیت میں تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے، اللہ کی، رسول کی اور اولوا الامر کی۔

اللہ کی اطاعت:۔ وہ احکام جو قرآن میں کھلے طور پر اللہ جل شانہ نے بیان فرما دیا جو دین کی بنیاد ہیں، جیسے توحید؛ اکیلے اللہ ہی کی عبادت و اطاعت کرنا، شرک نہ کرنا، کفر نہ

کرنا، کتابوں، تمام پیغمبروں، قیامت، دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں حساب دینا، انعام کے لئے جنت، سزاء کے لئے دوزخ، یعنی آخرت اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی ماننا وغیرہ، پانچ وقت کی فرض نماز ماننا، رمضان کے ایک مہینے کے فرض روزے، زندگی میں ایک مرتبہ استطاعت کے وقت حج فرض ماننا، سال میں ایک مرتبہ صاحب نصاب کو زکوٰۃ ماننا، سود، جوا، شراب، ناحق قتل، فضول خرچی، خنزیر کا گوشت، مردار جانور اور زنا کو حرام سمجھنا وغیرہ، ان میں خالص اللہ کے حکم کو مانا جائے گا، کسی کی تقلید نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت:۔ دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں پیغمبر نے عبادات و اطاعت کی تمام تفصیل بیان کی ہے، جن کی تفصیل قرآن میں نہیں بتلائی گئی، صرف حکم دیا گیا، مثلاً نماز کیسے پڑھنا؟ وضو کیسے کرنا؟ حج کیسے کرنا؟ روزہ کیسے رکھنا، زکوٰۃ کیسے نکالنا وغیرہ کے مسائل، حلال وحرام کے مسائل، اللہ کے بہت سارے احکام میں جن کی تشریح و تفصیل قرآن میں نہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے قول اور عمل سے کر کے بتلایا اور سمجھایا، جو پوری طرح اللہ کی اطاعت وعبادت کی ترجمانی کرتے ہیں، اللہ نے خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی شرط رکھی ہے؛ تب ہی ایمان والوں کی اطاعت وعبادت مقبول ہوگی، ان مسائل میں بھی کسی کی تقلید نہیں ہوگی۔

اولوا الامر کی اطاعت:۔ تیسری اطاعت میں وہ تمام مسائل ہیں جو کھلے طور پر قرآن وحدیث میں موجود نہیں یا جن مسائل کو انسان اپنی عقل وفہم سے سمجھ نہیں سکتا، اختلاف رکھتا ہے، یا ہماری عقل کی کمی سے ان میں اختلاف نظر آتا ہے ان تمام مسائل میں اہل علم سے پوچھ کر عمل کرنے کو اولوا الامر کی اطاعت کہیں گے۔

اس میں اللہ نے ایمان والوں کے لئے گویا رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد اولوا الامر کے الفاظ کہہ کر مسلمانوں کو اطاعت کرنے کی اجازت دی ہے، اگر یہ رہنمائی نہ ملے تو مسلمان قرآن وحدیث کی روشنی میں ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔

سوال:۔ کیا اس کے علاوہ بھی کسی دوسری آیت میں دین پر چلنے کے

سلسلہ میں کسی کی اطاعت کا حکم ہے؟

جواب:۔ ہاں! اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** o (النحل:۴۳) اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل علم سے پوچھو!

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ (لقمان:۱۵) اور اتباع کرو ان کی جو میری طرف رجوع ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اس تاکید سے کھلے طور پر یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرلو، نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھ کر احکام الٰہی پر عمل کریں، یہ انسان کی عین فطرت بھی ہے، جاہل آدمی جس کو احکام شریعت معلوم نہ ہوں اس پر عالم کی تقلید واجب ہے، عالم سے پوچھ کر اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرے۔ (تفسیر قرطبی، معارف القرآن: ۶/۷)

سوال:۔ کیا انسانی قانون کی باریکیوں کو ماہر قانون سے ہٹ کر عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے؟

جواب:۔ قانون کی باریکیاں قانون داں ہی جانتا ہے، دنیا کی کسی عدالت میں ماہر قانون داں ہی بحث کرسکتا ہے، عام پڑھا لکھا انسان قانون کی باریکیوں کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ بحث کرسکتا ہے اور قانون کی پیچیدگیوں کو ماہر قانون ہی اصل قانون کی رُو سے نکات نکال کر اس قانون کے ذیلی دفعات بناتا ہے، عام انسان قانون داں سے پوچھ کر اس قانون پر عمل کرتا ہے، یہ دنیا میں بھی انسانوں کا طریقہ ہے، کوئی بھی خود قانون پڑھ کر عدالت میں بحث نہیں کرتا۔

اسی طرح اسلامی شریعت کی باریکیوں اور پیچیدہ مسائل یا اختلافی مسائل تو شریعت کے ماہرین ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور اس قانون سے رہبری کرسکتے ہیں، عام آدمی غور وفکر کر کے مسائل نہیں نکال سکتا، اگر اپنے ذہن ودماغ سے بغیر علم حاصل کرے مسئلہ نکالے گا تو گمراہ ہوجائے گا۔

سوال:۔ قرآن کہتا ہے: ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ (القمر:۱۷) تو آخر ہم کیوں نہیں سمجھ سکتے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے ضرور نازل فرمایا، مگراس کے آسان کر دینے سے مراد مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ معارف القرآن میں اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اللہ نے ہر عالم و جاہل، چھوٹے بڑے کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی حد تک قرآن مجید کو آسان فرمادیا ہے، البتہ اس سے مسائل اور احکام نکالنا یہ عوام الناس کا کام نہیں، یہ صرف اہل علم کا کام ہے، اس آیت کا سہارا لے کر قرآن کی مکمل تعلیم اور اس کے اصول وضوابط جانے اور سیکھے بغیر احکام ومسائل بتلانا گمراہی کا راستہ ہے''۔

سوال:۔ کیا حدیث کی کتابیں لکھنے والے بھی تقلید کرتے تھے؟

جواب:۔ ہاں! امام بخاریؒ خود شافعی تھے، جن کو ہمارے غیر مقلد بھائی خود مانتے ہیں اور ان پر بھروسہ کرتے ہیں، امام نسائیؒ شافعی المسلک تھے، امام ابوداؤدؒ ایک رائے یہ ہے کہ وہ حنبلی تھے اور ایک رائے یہ ہے کہ وہ بھی شافعی تھے۔

امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ صحیح قول کے مطابق شافعی تھے، امام بیہقیؒ، امام شافعیؒ کی پیروی اور تقلید کرتے تھے، امام طحاویؒ حنفی تھے۔

☆ علامہ ابن جوزیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ حنبلی المسلک تھے، تقلید میں غلو کو ناپسند کرتے تھے، البتہ مقلد ہونے کے باوجود بعض مسائل میں اپنی ذاتی رائے بھی رکھتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، عبدالوہاب نجدیؒ حنبلی مسلک پر تھے، مفسر ابن کثیرؒ اور امام غزالیؒ شافعی مسلک پر تھے۔

سوال:۔ تقلید کرنے والے ائمۂ اربعہ یا کسی بھی امام کو کیا مقام دیتے ہیں؟

جواب:۔ تقلید کرنے والے کسی امام کو پیغمبر کا درجہ نہیں دیتے اور نہ ان کو پیغمبر جیسا سمجھتے ہیں، اگر کسی نے ایسا عقیدہ بنالیا تو وہ ایمان سے خارج ہوجائے گا، حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں کہ تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ تقلید کرنے والا امام کی تقلید یہ سمجھ کر

کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر عمل کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہی کی اتباع کر رہا ہے اور یہ تصور رکھتا ہے کہ امام اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے، مثال کے طور پر جس طرح جماعت کی نماز میں جبکہ جماعت بڑی ہو اور امام کی آواز پچھلے اور دور کے مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی ہو تو اس وقت مکبر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ مکبر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر امام کی نقل وحرکت رکوع، سجدہ، قعدہ، سلام کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے، پچھلی صف والے یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء و اتباع کر رہے ہیں، (امام کے تابع ہیں) اسکے پیچھے ہی نماز ادا کر رہے ہیں، گرچہ رکوع، سجدہ، مکبر کی آواز پر ادا کرتے ہیں، مگر مکبر کو امام نہیں سمجھتے اور خود مکبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے، سب اسی کی اقتداء کر رہے ہیں، میں تو صرف امام کے تابع ہو کر امام کی آواز اور نقل وحرکت کی اطلاع پیچھے والوں تک پہنچا رہا ہوں، بالکل یہی صورت تقلید کی ہے، تقلید کرنے والے یہ تصور رکھتے ہیں کہ ہم امام کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی اطاعت واتباع کر رہے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

سوال:۔ کیا امام پیغمبر کی طرح معصوم ہوتے ہیں؟

جواب:۔ وہ یہ بھی تصور رکھتے ہیں کہ امام پیغمبر کی طرح معصوم نہیں ہوتے، غلطی سے مبرا نہیں، صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں غلطی بھی سرزد ہوسکتی ہے، امام کے اقوال کو شریعت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اگر شریعت کا درجہ دیں یا ان کو حرام وحلال کا اختیار دیں تو یہ شرک ہوگا، امام کی رائے حجت نہیں، جیسے اللہ اور رسول ﷺ کی بات حجت ہے، چونکہ اللہ ہی نے فرمایا: ہدایت یافتہ اہل علم سے پوچھ کر عمل کرو، اس لئے اختلافی مسائل یا وہ مسائل جو قرآن و حدیث میں نہیں مل سکتے، ان میں امام کی تقلید کی جائے گی۔

سوال:۔ کیا صحابہ کرامؓ میں بھی فقہی مسائل جاننے والوں سے پوچھ کر دوسرے صحابہؓ عمل کرتے تھے؟

جواب:۔ ہاں! جن مسائل میں صحابہؓ کو علم مکمل نہیں ہوتا یا وہ مسائل سے واقف نہیں

تھے، تو اس زمانہ کے جاننے والے قرآن وحدیث کا خوب علم رکھنے والوں سے صحابہ کرامؓ خود پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے، مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے فقہاء کرام میں سے اکثر صحابہؓ اپنے اپنے اعتماد والے صحابہؓ سے جڑے ہوئے تھے، اور حضرت عمرؓ تو بہت سارے مسائل حضرت علیؓ سے پوچھتے تھے۔

سوال:۔ کیا ایمان والوں کو کافر اور مشرک کہنا صحیح ہے؟

جواب:۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور قرآن پر اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، اگر وہ علم کی کمی یا صحیح بات کے نہ ملنے کی وجہ سے بدعات میں گھرے ہوئے ہیں، تو ان کو کافر ومشرک کہنے سے کبھی اصلاح نہیں ہوگی۔

نزولِ قرآن کے وقت تین قسم کے غیر مسلم تھے، (۱) اہل عرب جو خالص مشرک تھے، (۲) اہل کتاب یہود ونصاریٰ، (۳) منافقین جو اپنے آپ کو بظاہر مسلمان کہتے ہیں، تینوں فرقے گرچہ شرک میں مبتلا تھے مگر قرآن نے منافقین کو ایمان والوں کے ساتھ خطاب کیا اور یا منافقین نہیں کہا، حضور اکرم ﷺ کو ان کے نام معلوم تھے، پھر بھی آپؐ نے ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیا اور منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی کے مرنے پر اس کے کفن میں اپنا کُرتا دیا۔

یہود ونصاریٰ کو یا بنی اسرائیل اور یا اہل الکتاب سے خطاب کیا، اہل عرب کو جو بت پرست تھے مشرکین کے لفظ سے خطاب کیا، وہ مسلمان جو کلمہ پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو ہی اپنا آخری پیغمبر مانتے ہیں، قرآن کو اللہ کی آخری وحی مانتے ہیں ان کو مسلمان ماننا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا؛ حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا خود اس پر واپس لوٹ آتا ہے۔ (صحیح مسلم)

اس لئے ہمیں بھی کسی مسلمان کو مشرک یا کافر نہیں کہنا چاہئے، اس سے ان کی اصلاح نہیں ہوتی، یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہوگی۔

سوال:۔ بہت سے مسلمان مسلک کے اعتبار سے علاحدہ علاحدہ مسجدیں بنا رہے ہیں، کیا یہ رسول ﷺ کا طریقہ ہے؟

جواب:۔ نہیں! یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں ہے، علاحدہ علاحدہ عبادت گاہیں غیر مسلم لوگ ہی بنا لیتے ہیں، ان میں اونچی ذات، نیچی ذات، کالے اور گورے ہر گروپ اور ہر قبیلہ و گروپ والوں کی عبادت گاہیں الگ الگ ہوتی ہیں، یہودی و عیسائی بنی اسرائیل ہوتے ہوئے اور عیسائیوں کے مختلف گروہ علاحدہ علاحدہ گروپ بن کر اپنی عبادت گاہیں الگ الگ بناتے ہیں، ہر گروپ صرف اپنے ہی آدمی کو آنے دیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں منافقین نے مسجد ضرار بنائی جو مسلمانوں میں شر اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بنائی گئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اُسے اللہ کے حکم سے گرا دیا، اسی طرح مسجد اللہ کا گھر ہوتا ہے جس میں تمام مسلمانوں کو عبادت کرنے کی کھلی اجازت دینا لازمی ہے، اس پر دوسرے مسلک کے لوگوں کو نہ آنے دینا اور نماز وہاں نہ پڑھنے کے لئے مسجد کے دروازے پر مسلک کی تختی لگانے سے وہ مسجد باقی نہیں رہتی، یہ غیر اسلامی طریقہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے خلاف ہے، جب ہم سب لوگ مکہ و مدینہ اور عرب کی تمام مساجد میں ایک ساتھ بغیر کسی گروپ اور مسلکی امتیاز کے نماز ادا کرتے ہیں، تو عجمی علاقوں میں یہ جہالت کیسی؟ ہر گروپ اپنی اپنی مسجدیں الگ الگ بنا کر اسی میں نماز پڑھنا صحیح سمجھتا ہے، چاہے وہ گھر اور محلے سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو، اس سے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ختم ہو رہا ہے، ایک دوسرے کو جنتی و جہنمی سمجھ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے تو نصاریٰ کو اپنی مسجد میں ان کے طریقہ پر عبادت کرنے کی اجازت تک دے دی۔ (صحیح مسلم، سیرۃ النبی ﷺ، از: سید سلیمان ندویؒ: ۲/۲۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلا شبہ بنی اسرائیل کے ۷۲/ فرقے تھے، میری امت کے ۷۳/ فرقے ہوں گے، ایک کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے، صحابہؓ نے عرض کیا: وہ جنتی کونسا فرقہ ہوگا؟ ارشاد فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔ (مشکوٰۃ)